جملہ حقوق محفوظ

ہیر رانجھا

پنجاب کے دیہات کی ایک سچّی کہانی

جسے

بچّوں کے لیئے آسان زبان میں لکھّا گیا

T.T.F LIBRARY
No: 261

سنہ ۱۹۴۰ء

دارالاشاعت پنجاب لاہور

T.T.F LIB
No: 261

قیمت ۸/

بار اوّل

Taj Tahir Foundation

جملہ حقوق محفوظ

ہیر رانجھا

پنجابی زبان کی ایک دلچسپ کہانی
آسان اُردو میں

سنہ ۱۹۳۹ء

دارالاشاعت پنجاب۔ لاہور

بار اول

قیمت ۷ر

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

رانجھا

پنجاب کے دیہاتوں میں جھنگ سیال اور تخت ہزارے کا نام بچے بچے کی زبان پر ہے۔ گلی کوچوں میں چھوٹے بچے تخت ہزارے اور جھنگ کے گیت گاتے سنائی دیتے ہیں۔ اور چوپالوں پر بڑے بوڑھوں کے جمگھٹوں میں بھی اکثر ان کا ذکر رہتا ہے۔ حالانکہ جھنگ اور تخت ہزارہ نہ تو بہت بڑے شہر ہیں۔ اور نہ اب ان میں کوئی خاص بات پائی جاتی ہے۔ جھنگ تو پھر بھی ایک ضلع کا صدر مقام ہے۔ مگر تخت ہزارہ تو شاید ایک چھوٹے سے گاؤں کا نام ہے + اور اس جیسے گاؤں پنجاب میں ہزاروں کی تعداد

Taj Tahir Foundation

بن ہیں۔ مگر اُن کا نام اس طرح دلچسپی سے نہیں لیا جاتا۔

تخت ہزارہ اور جھنگ کی اس شہرت کا سبب یہ ہے۔ کہ یہاں رانجھا اور ہیر پیدا ہوئے۔ جن کے دِلوں کو قُدرت نے مِلا دیا۔ اور دونوں محبّت کی دُنیا بسا کر اس جہان سے رُخصت ہوئے۔

آج سے بہت عرصہ پہلے تخت ہزارہ ایک اچھّا خاصا قصبہ تھا۔ گاؤں کے زمیندار لوگ کھیتی باڑی کرتے اور خوش حالی سے دن گزارتے تھے۔ مُسلمانوں کی حکومت تھی اور ہر طرف امن و امان تھا۔ تخت ہزارہ میں یوں تو بڑے بڑے زمیندار رہتے تھے۔ مگر چودھری مَوجُو ان سب میں زیادہ مشہور تھا۔ گاؤں کے لوگ اپنے معاملوں اور جھگڑوں میں چودھری مَوجُو سے مشورہ لیتے اور اُسے پنچ بنا کر فیصلہ کرا لیتے تھے۔ اِرد گِرد کے گاؤں میں بھی اُس کی بڑی عزّت تھی۔

چودھری مَوجُو کے گھر میں خدا کا دیا سب کچھ

بہت تھا۔ روپیہ پیسہ - نوکر چاکر۔ ڈھور ڈنگر۔ غرض کہ کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ اولاد کے معاملے میں بھی وُہ بڑا خوش قسمت تھا۔ اللہ نے اُسے آٹھ لائق اور خوبصورت بیٹے عطا کر رکھے تھے۔ اور خدا کا مال دو بیٹیاں بھی تھیں۔ اس بھرے پُرے گھر میں چودھری مَوجُو بادشاہ کی طرح بڑھاپے کے دن گزار رہا تھا۔

چودھری موجُو کو یوں تو اپنی ساری اولاد سے محبت تھی۔ اور ہوتی بھی کیوں نہ۔ کس کو اپنی اولاد سے محبت نہیں ہوتی۔ جو اُسے نہ ہوتی۔ مگر وہ اپنے چھوٹے بیٹے رانجھے سے بہت زیادہ پیار کرتا تھا۔ یہاں تک کہ چودھری کے دوسرے بیٹے اپنے چھوٹے بھائی سے باپ کی محبت پر حسد کرتے تھے۔

چودھری نے رانجھے کو بہت لاڈ پیار سے پالا۔ اُس کی ہر خواہش پوری کی۔ کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ رانجھے کو ٹیڑھی نظر سے دیکھے۔ بھائی

دِل میں حسد رکھنے کے باوجود رانجھے سے کچھ نہ کہہ سکتے تھے اور وہ اپنے باپ کی شفقت کے سائے میں خوشی خوشی جوان ہو رہا تھا ۔

جب تک چودھری مَوجُو زندہ رہا۔ رانجھے سے اپنوں اور بیگانوں کا لاڈ پیار قائم رہا۔ مگر انسانی زندگی کی بنیاد بالُو پر ہے۔ بوڑھا چودھری دریا کے کنارے کا درخت تھا۔ ایک دن موت کے طوفان کی ایک مَوج آئی ۔ اور اُسے بہالے گئی ۔

چودھری نے مَوت سے پہلے اپنے بڑے بیٹوں کو بُلا کر رانجھے کو اُن کو سپرد کیا۔ اور کہا ”میرے پیارے بیٹے کا خیال رکھنا“۔ یہ کہہ کر چودھری نے ہمیشہ کے لئے آنکھیں بند کرلیں ۔

چودھری مَوجُو کے آنکھیں بند کرتے ہی رانجھے کے لئے دنیا اندھیر ہوگئی۔ اور گھر کا انداز ہی بدل گیا۔ وُہ بھائی جو ہر وقت جی جی کرتے اور پاؤں تلے آنکھیں بچھاتے تھے۔ بیگانے ہو گئے۔ بھائیوں کی بیویاں جن کی

Taj Tahir Foundation

عُمر رانجھے کو کھلاتے اور لاڈ پیار کرتے گزری تھی۔ رانجھے کو آنکھیں دکھانے لگیں۔ وُہ کہتیں۔ "مُوا۔ نکمّا گلیوں میں پھرتا رہتا ہے۔ کوئی کام کرکے کمائے اور کھائے۔ تو پتہ چل جائے۔ بُوڑھے باپ کے لاڈ پیار نے اس کا تو مزاج ہی بگاڑ دیا ہے"۔

رانجھے کو اِس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ باپ کے آنکھیں بند کرتے ہی اپنے بیگانے ہو جائیں گے۔ اور اپنا گھر جہاں وُہ عیش و مسرّت سے پروان چڑھ رہا تھا۔ پرایا ہو جائے گا۔ اُس نے بھائیوں اور بھابیوں کے طور طریقے بدلے ہوئے دیکھے۔ تو گھبرا گیا۔ اور سوچنے لگا۔ کہ اب کیا بنے گا؟

رانجھے کے بھائی تو اُس کا بوجھ شاید کچھ اور مدت اُٹھائے رکھتے۔ مگر اُن کی بیویاں ہر وقت رانجھے کی شکایتوں سے اُن کے کان بھرتی رہتی تھیں۔ یہاں تک کہ رانجھے کے بھائیوں کے

Taj Tahir Foundation

لئے رانجھے کو اپنے ساتھ رکھنا مشکل ہو گیا۔ اُنہوں نے بہتر سمجھا۔ کہ قاضی صاحب کو بلا کر زمین تقسیم کرالی جائے۔ اور رانجھا ان سے علیحدہ رہے ۔

چنانچہ قاضی صاحب آئے اور باپ کی جائداد بھائیوں میں تقسیم کر دی۔ رانجھے نے بھائیوں کی بہت منت سماجت کی۔ اور کہا۔ کہ آپ زمین تقسیم نہ کریں۔ یا تو مجھے اپنے سائے میں پناہ دیں۔ اور یا گھر سے نکال دیں۔ مگر آپ سے علیحدہ رہنا مجھے کسی طرح گوارا نہیں ۔

لیکن رانجھے کے بھائیوں کو بیویوں نے بھڑکا رکھا تھا۔ وُہ نہ مانے۔ قاضی صاحب نے بھی رانجھے کو سمجھایا۔ کہ ہمیشہ سے بھائی بھائیوں سے علیحدہ ہوتے آئے ہیں۔ اس لئے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ خود ہمّت کر کے کام شروع کر دو۔ زمین تُمہاری ضرورت کے لئے کافی ہے ۔

رانجھا اس کے سوا کر بھی کیا سکتا تھا۔ ناچار

Taj Tahir Foundation

بھائیوں سے علٰحدہ کھیتی باڑی کا کام شروع کر دیا۔ لیکن اُس نے سارا بچپن لاڈ پیار میں گزارا تھا۔ اور کھیتی باڑی بڑے جفاکش لوگوں کا کام ہے۔ وُہ چاہتا تو یہی تھا۔ کہ ہمت سے اپنا کام چلالے۔ اور جن بھائیوں نے اُسے نکمّا سمجھ کر گھر سے نِکال دیا ہے۔ اُنہیں دِکھادے۔ کہ مَیں بھی کام کرسکتا ہوں۔ لیکن وُہ ایسا کر نہ سکا۔ اُس کے ہاتھوں میں دو دنوں کے کام سے ہی چھالے پڑ گئے۔ اور اُس میں کام کرنے کی ہمّت نہ رہی۔

اِس مُصیبت میں پھنس کر رانجھے کو بھائیوں اور بھابیوں پر بہت غُصّہ آیا۔ اُسے یقین ہوگیا۔ کہ اس مُصیبت کا سبب اُس کی بھابیاں ہیں۔ اُس نے غصّے میں آکر بھابیوں کو بُرا بھلا کہنا شروع کردیا۔ بھابیاں بھلا کب چپ رہنے والی تھیں۔ اُنہوں نے اینٹ کا جواب پتھّر سے دیا۔ اور رانجھے کو وہ وہ سُنائیں۔ کہ سارا غصّہ ٹھنڈا پڑ گیا۔

رانجھا اب بالکل بے بس تھا۔ گالیوں کی لڑائی

Taj Tahir Foundation

میں بھابیاں اُس پر فتح پاچکی تھیں۔ اَور کچھ کہنے کی اُسے طاقت نہ تھی۔ بھائی بھابیوں کے قبضے میں تھے اور رانجھے کی بدحالی اُن پر کوئی اثر نہ کرتی تھی۔ وُہ خاموش ہوگیا۔ لیکن اب بھابیاں کیوں خاموش رہتیں۔ اُنھوں نے رانجھے کو کمزور پاکر اُسے چھیڑنا شروع کر دیا۔ جب کہیں رانجھا اُن کے سامنے سے گزرتا۔ وُہ طعنے دیتیں "نِکمّا بیٹھ کر کھانے میں کتنا مزا تھا"؟ "حرام کی کھا کھا کر کیسا پھُولتا جا رہا تھا۔ اب دو دن کام کرنا پڑا۔ تو نانی یاد آگئی"۔ "بڑا بن کے آیا تھا غُصّہ نکالنے۔ چودھری مَوجُو کا لاڈلا! شُکر کرے۔ کہ جان بچ گئی۔ ورنہ سر پر ایک بال نہ رہتا"۔

رانجھا یُوں تو جیسا کیسا گزارہ کر لیتا۔ مگر بھابیوں کے اِن طعنوں کا علاج اُس کے پاس نہ تھا۔ گلیوں میں چلنا پھرنا اُس کے لئے مشکل ہوگیا۔ وُہ جوان ہو چلا تھا۔ اور یہ باتیں سُننا اُس کے بس کی بات نہ تھی۔ چنانچہ اُس نے وطن سے کہیں چلے جانے

کا اِرادہ کر لیا۔

جب اُس کے بھائیوں کو رانجھے کے اس ارادے کا علم ہؤا۔ تو اُنہوں نے رانجھے کو بُلایا۔ پیار کیا۔ اور کہا۔ کہ "باہر جانے کی ضرورت نہیں۔ محنت سے اپنا کام کرو۔ اور کسی قسم کی تکلیف ہو۔ تو ہم سے کہو۔ تُو ہمارا چھوٹا بھائی ہے۔ اور تیری مدد کرنا ہمارا فرض ہے"۔

رانجھے کی بھابیوں نے بھی اس موقع کو خالی نہ جانے دیا۔ اُنہوں نے اپنے خاوندوں کا دِل پرچانے، رانجھے کا دل رکھنے، اور اپنے آپ کو بے قصُور ثابت کرنے کے لئے رانجھے کو تسلّی دی۔ اور کہا۔ کہ "ہم سب تمہاری خِدمت گزار ہیں۔ اور تُمہارا وطن چھوڑ کر چلے جانا ہمیں کسی طرح گوارا نہیں"۔

مگر رانجھا جانتا تھا۔ کہ یہ سب مُنہ کی باتیں ہیں۔ دل سے ان کا کوئی تعلّق نہیں۔

رانجھے نے بھائیوں اور بھابیوں کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ کہ "جب سے والد صاحب فوت ہوئے

ہیں۔ میری طبیعت ٹھکانے نہیں۔ میں اپنے آپ کو
دُنیا سے الگ پاتا اور کچھ اُداس سا رہتا ہُوں۔
مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں۔ مگر صِرف اس
مطلب کے لئے گھر سے چلا جانا چاہتا ہوں۔کہ
شاید دِل بہل جائے ؛

باپ کا ذکر سُن کر رانجھے کے بھائیوں کے
دِل بھر آئے۔ اور اُنہیں وُہ دن یاد آ گئے۔
جب وُہ باپ کی خوشنودی کے لئے رانجھے کو
پیار کیا کرتے تھے۔ پھر باپ کی مرتے وقت
کی بات یاد آ گئی۔ " میرے پیارے بیٹے کا خیال
رکھنا۔" یہ باتیں یاد کر کے اُن سے نہ رہا گیا۔
اُنہوں نے رانجھے کو پاس بٹھا کر پیار کیا۔ اور
منّت کی کہ وُہ اپنا ارادہ بدل دے۔ مگر رانجھے
کو علم تھا۔ کہ یہ وقتی باتیں ہیں۔ پھر یہی بھائی
ہونگے اور یہی بھابیاں۔ ان کے کان میری باتیں
سُننے کے لئے بہرے ہو جائیں گے۔ اور زبانیں
طعنے دینے کے لئے تیز۔ اِس لئے وُہ اپنے اِرادے

پرے جما رہا ۔

آخر ایک دن رانجھا خُدا کو یاد کر کے اپنے وطن سے چل پڑا ۔ اور چودھری مَوجُو کا لاڈلا بیٹا اُسی دِن سے بے گھر اور بے در ہو گیا ۔

Taj Tahir Foundation

پردیس میں

کہتے ہیں۔ گھر سے دو قدم پر پردیس ہوتا ہے۔ گھر سے نکلتے ہی رانجھا پردیسی ہوگیا۔ اُس نے اس حالت میں گھر سے باہر قدم نہ نکالا تھا۔ اُسے کچھ معلوم نہ تھا۔ کہ کدھر جائے۔ وُہ بغیر ارادے جا رہا تھا۔

رات کو وُہ ایک گاؤں میں پہنچا۔ اور مسجد میں ٹھہرا۔ اُس مسجد میں ایک بڑے مولوی صاحب درس دیتے تھے اور بہت سے طالبِ علم دین کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ رات کو مولوی صاحب نے جب ایک ہٹے کٹے جٹ کو مسجد میں پڑے دیکھا۔ تو بہت خفا ہوئے۔ اور رانجھے کو اُٹھا کر کہا۔ "تو کون ہے؟ بے دینوں کی سی شکل اور آکر مسجد میں پڑ رہا ہے۔

Taj Tahir Foundation

یہ کوئی سرائے ہے؟ یہ خدا کا گھر ہے۔ یہاں مسٹنڈوں کے لئے جگہ نہیں!

رانجھا پہلے ہی بہت ستایا ہوا تھا۔ اُسے اپنا بچپن اور ماں باپ کی محبّت رہ رہ کے یاد آتے تھے۔ وہ بھائیوں کی بے مہری اور بھابیوں کے ظلم کو سوچتا اور آہیں بھرتا تھا۔ مولوی صاحب کی خفگی کو نہ برداشت کر سکا۔ اور کہنے لگا "مولوی صاحب! میں آپ لوگوں کی دینداری کو اچھّی طرح جانتا ہوں۔ آپ نے بھی سادہ دل لوگوں کو پھنسانے کے لئے ڈاڑھی کا جال پھیلا رکھّا ہے۔ آپ لوگ جس قدر شریعت کے پابند ہیں۔ وہ مجھے معلوم ہے مہربانی کر کے آپ اپنی دینداری کو سنبھالے رہئے اور میرا منہ نہ کھلوائیے"۔

مولوی صاحب یہ باتیں کب سُن سکتے تھے؟ سٹپٹا اُٹھے۔ اور خفا ہو کر رانجھے سے کہنے لگے۔ "بے ایمان! مردود۔ رسولؐ کے نائبوں کے مُنہ آتا ہے۔ تیرا ٹھکانا جہنّم ہے۔ اور دُنیا تیرے وجود

سے جس قدر جلد پاک ہو جائے۔ اچھا ہے"۔
رانجھے نے کہا۔" سُبحان اللہ۔ آپ رسولؐ
کے نائب ہیں؟ کون آپ لوگوں کے کرتُوت نہیں
جانتا۔ آپ لوگ تو مسجدوں میں بیٹھ کر وہ کام
کرتے ہیں کہ ہم گنہگار اُن کا خیال کر کے ہی کانپ
اُٹھتے ہیں"!

مولوی صاحب غضب ناک ہو کر بولے۔
"بس بس۔ زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں۔ اِس
وقت تو تُم آرام کر لو۔ لیکن صُبح میرے آنے سے پہلے
پہلے یہاں سے نِکل نہ گئے۔ تو تُمھاری خیر نہیں"۔
یہ کہہ کر مولوی صاحب چلے گئے اور رانجھا غُصّے
میں بھرا ہؤا پڑ رہا۔ نیند تو کیا آتی۔ ساری رات
جاگتے کاٹی اور صبح سویرے ہی وہاں سے روانہ
ہو گیا۔

یہاں سے کُچھ دُور دریائے چناب راستے
میں پڑتا تھا۔ رانجھا چناب کے کنارے پہنچا۔ تو
ایک ملّاح جس کا نام لڈّن تھا۔ مُسافروں سے

Taj Tahir Foundation

بھری ہوئی کشتی پار لے جانے کو تیار کھڑا تھا۔ رانجھے کو آتا دیکھ کر اُس نے سمجھا۔ کہ یہ بھی پار جانے والا مسافر ہوگا۔ اس لئے اُس کا انتظار کرتا رہا۔

رانجھے کو دریا پار جانا تو تھا۔ مگر اُس کے پاس پھُوٹی کوڑی نہ تھی۔ کشتی کو دیکھ کر وُہ بھاگا۔ اور ملاح کے پاس پہنچ کر کہنے لگا۔ "بابا میں غریب آدمی اور رات کا بھوکا ہوں۔ میرے پاس ایک پائی بھی نہیں۔ خدا کے لئے مجھے پار پہنچا دو"۔

یہ سُن کر ملاح کو بہت رنج ہُوا۔ کہ مفت میں انتظار کیا۔ اُس نے رانجھے کو کہا۔ "بھائی یہاں تو کرایہ دے کر پار جا سکو گے۔ اگر خدا واسطے لے جانے لگیں۔ تو بال بچوّں کا خُدا حافظ ہے"۔

رانجھے نے بہت منت سماجت کی اپنی بے کسی کا حال بیان کیا۔ مگر ملاح نہ مانا۔ رانجھے کو دریا پار تو جانا ہی تھا۔ اُس نے سوچا۔ کہ اگر ملاّح نہیں مانتا تو تیر کر دریا پار کرنا چاہئے۔ چنانچہ اُس نے کپڑے

Taj Tahir Foundation

اُتار کر لنگوٹ کس لیا۔ اور دریا میں داخل ہونے لگا۔ جب لوگوں نے دیکھا۔ کہ ایک خوبصورت نوجوان چند پیسوں کی خاطر اپنی جان دریا کی لہروں کے سپرد کر رہا ہے۔ تو اُنہوں نے شور مچا دیا۔ اور رانجھے کو منع کرنے لگے۔ مگر رانجھے نے کہا۔ کہ "تم لوگوں کو مجھ سے کیا ہمدردی ہے۔ میں ڈوب کر مر جاؤں گا۔ تو میرے اپنے نصیب! تم تو اتنا بھی نہیں کر سکتے کہ مجھے کشتی میں بٹھا کر پار پہنچا دو"۔

یہ سُن کر مسافروں نے ملّاح کو کہا۔ اور وہ اُن کے کہنے سُننے پر رانجھے کو دریا پار لے جانے پر راضی ہو گیا۔ چنانچہ رانجھا کشتی میں آ کر بیٹھ گیا۔

کشتی میں ایک طرف کھچا کھچ مسافر بھرے تھے۔ مگر دوسری طرف ایک خوبصورت پلنگ بچھا ہوا تھا۔ کشتی میں چونکہ جگہ نہ تھی۔ اس لئے اُسے پلنگ پر بٹھا دیا گیا۔ رانجھا ایک چھیل چھبیلا جوان تھا۔ پلنگ پر بیٹھا تو ایسا معلوم ہوا۔ کہ پلنگ اسی کے بیٹھنے

کے لئے بنا ہے۔ وُہ تو خوبصورت تھا ہی۔ اُس کے بیٹھنے سے پلنگ بھی خوبصورت معلوم ہونے لگا۔

رانجھے کی آواز بہت سُریلی اور رسیلی تھی اور وہ مُرلی بھی بہت اچھی بجاتا تھا۔ کشتی میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ رانجھے کو گھر یاد آ رہا تھا۔ اُس کا جی بھر آیا۔ اور اُس نے پہلے تو آہستہ اور پھر بلند آواز سے گانا شروع کر دیا۔ اُس کی میٹھی میٹھی اور درد بھری آواز سُن کر کشتی کے مسافروں کے کان کھڑے ہوئے۔ ملّاح نے کشتی کو دریا میں ڈال دیا۔ اور کشتی دریا کی لہروں میں ہلکورے کھانے لگی۔ اُدھر رانجھے نے ایسی لَے سے گانا شروع کیا۔ کہ مسافر جھوم گئے۔ اور سب کے سب رانجھے کو محبت کی نظروں سے دیکھنے لگے۔

ایک لڑکے کے پاس مرلی تھی۔ رانجھے نے مُرلی اُس سے لے لی۔ اور مستی میں آ کر اس انداز سے بجائی۔ کہ دریا کی ساری فضا مُرلی کے میٹھے اور پیارے نغمے سے گُونج اُٹھی۔ بُوڑھوں نے

واہ واہ کہی - نوجوان دل تھام کر رہ گئے - نوجوان لڑکیوں نے کنکھیوں سے رانجھے کی طرف دیکھا۔ اور بچے اُس کے گرد جمع ہونے شروع ہو گئے ٭

جب رانجھے کی طبیعت بھر گئی - تو وُہ چُپ چاپ بیٹھ گیا۔ اب تو کشتی کے مسافر اس سے خوش ہو کر باتیں کرنے لگے - رانجھے نے دیکھا۔ کہ وُہ کشتی کی دوسری طرف ہی بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں اور پلنگ کی طرف جگہ ہونے کے باوجود نہیں بیٹھ جاتے - اُس نے بعض آدمیوں سے کہا - کہ اِدھر آ کر بیٹھ جائیے - مگر اُنھوں نے رانجھے کو بتایا - کہ یہ پلنگ جھنگ سیال کے سردار کی لڑکی ہیر کا ہے - جو حسن و جمال میں یکتا ہے۔ اور ہر روز شام کے وقت اپنی سہیلیوں کے ساتھ دریا کی سیر کو آتی اور اسی کشتی پر بیٹھ کر دریا کی سیر کرتی ہے ٭

رانجھے نے لوگوں کی زبانی ہیر کے حسن و جمال کی تعریف سُنی - تو اُس کے دل میں ہیر کو دیکھنے کا

Taj Tahir Foundation

شوق پیدا ہوا۔ جب کشتی دوسرے کنارے پر آ لگی۔ تو مسافر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔ مگر رانجھا ہیر کو دیکھنے کے خیال سے وہیں بیٹھ گیا۔ اور لڈن ملاح سے ہیر کی باتیں کرنے لگا۔

جو لوگ کشتی سے اُتر کر جھنگ میں گئے تھے۔ اُنھوں نے جاتے ہی شہر میں مشہور کر دیا۔ کہ آج ہم نے ایک نوجوان دیکھا۔ جو گانے اور مُرلی بجانے میں اپنا ثانی آپ ہے۔ وُہ جب رسیلی لے میں گاتا ہے۔ تو سُننے والوں کے دل موہ لیتا ہے۔ اور جب مُرلی بجاتا ہے۔ تو اڑتے ہوئے پرندے ٹھہر جاتے ہیں اور ہوا رُک جاتی ہے۔

ظہر کے وقت تک جھنگ کے گلی کوچوں میں یہ بات بچے بچے کو معلوم ہو گئی۔ اور سب کے دل میں رانجھے کو دیکھنے اور اُس کے مُنہ سے میٹھے بول سُننے کی آرزو پیدا ہوئی۔ ہیر کی سہیلیوں نے یہ بات ہیر کو بھی جا سُنائی۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ "سُنا ہے وُہ نوجوان ابھی تک دریا کے کنارے

بیٹھا ہے"۔

یہ باتیں سُن سن کر ہیر اور اُس کی سہیلیوں کے دل میں رانجھے کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور شام کو وہ روزمرّہ سے سویرے دریا کی طرف چل پڑیں۔

رانجھا دریا کے کنارے بیٹھا بیٹھا تھک گیا تھا۔ اُس کی طبیعت بھی پریشان تھی۔ اور جی چاہتا تھا۔ کہ کہیں ذرا دیر لیٹ جائے۔ لڈن ملّاح سے یارانہ ہو چکا تھا۔ اُس سے اجازت لے کر وہ ذرا کی ذرا دیر کمر سیدھی کرنے کے لئے ہیر کے پلنگ پر لیٹ گیا۔ اور لیٹتے ہی سو گیا۔

ملّاح کو ہیر کے آنے کا وقت معلوم تھا۔ اُس نے خیال کیا۔ کہ وقت سے ذرا پہلے رانجھے کو جگا دُوں گا۔ مگر اس دن ہیر سہیلیوں سمیت وقت سے پہلے آ گئی۔ اور ایک اجنبی کو اپنے پلنگ پر سوتا دیکھ کر ملّاح پر خفا ہونے لگی۔ ملّاح کو بُرا بھلا کہ کر ہیر کشتی کی طرف آئی اور رانجھے کو

Taj Tahir Foundation

جگا کر پُوچھنے لگی۔ "تُو کَون ہے۔ جو میرے پلنگ پر پڑا خرّاٹے لے رہا ہے"؟

رانجھے نے آہستہ سے جواب دیا۔ "میں ایک مُسافر ہُوں۔ اور مُصیبت کا مارا یہاں آپہنچا ہوں"

ہیر کڑک کر بولی "لیکن یہ پلنگ مسافروں کے سونے کے لئے نہیں ہے۔ اور مصیبت کے مارے اتنے دیدہ دلیر نہیں ہوتے۔ کہ غیروں کے پلنگ پر بغیر اجازت سو جائیں"

رانجھے نے التجا سے جواب دیا۔ "تُم ٹھیک کہتی ہو۔ مگر نیند بے شرم ہے۔ یہ کمبخت سولی پر بھی آجاتی ہے"

ہیر نے کڑک کر کہا۔ "ٹھیک ہے نیند سولی پر بھی آجاتی ہے۔ لیکن تمہیں پتہ تب لگے۔ جب اس جُرم کی سزا میں تُمہاری کھال اُدھیڑ دی جائے"

رانجھے نے کہا۔ "تم مختار ہو۔ جو چاہو۔ کرو۔ مگر مجھے یقین ہے۔ کہ پُھول کی پنکھڑیوں سے شعلے پیدا نہیں ہو سکتے۔ اور تمہارے خوبصورت

ہونٹوں سے جو لفظ نکل رہے ہیں۔ تم اُن پر عمل نہیں کر سکتیں۔ مجھے یقین ہے۔ کہ تم ایک بے کس مسافر پر رحم کرو گی۔ نہ کہ اُس کی کھال اُدھیڑو گی"۔

یہ جواب سُن کر ہیر لجائی۔ اُس نے آنکھیں جُھکا لیں۔ اُس کے دل میں خیال آیا۔ کتنا خوبصورت جوان ہے؟ کتنی میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے؟ کس قدر ہوشمند ہے؟ شکل و صورت سے کسی اچھے خاندان کا آدمی معلوم ہوتا ہے! اُس نے رانجھے سے پُوچھا۔ "یہ تو بتاؤ۔ کہ تم ہو کون"؟

رانجھے نے جواب دیا۔ "میرا نام رانجھا ہے۔ تخت ہزارہ کے چودھری مَوجُو کا بدقسمت فرزند ہوں۔ باپ کے مر جانے پر بھائیوں اور بھابیوں نے گھر سے نکال دیا۔ دھکّے کھاتا یہاں آ پہنچا ہوں۔ صبح دریا میں غرق ہونے لگا تھا۔ مگر لوگوں نے بچا کر کشتی پر بٹھا لیا۔ کشتی پر بیٹھ کر میں روتا رہا۔ اور لوگ خوش ہوتے رہے۔ میں نے دِل کی بھڑاس نکالنے کے لئے گیت گائے۔ مگر

Taj Tahir Foundation

لوگوں نے اُنہیں خُوشی کے گیت سمجھا۔ مَیں زندگی سے بیزار ہوں۔ اگر تم میری کھال اُدھیڑ دو۔ تو اس سے بڑھ کر تمہاری مہربانی اور میری خوش قسمی کیا ہوگی۔ ایک تو زندگی کی مُصیبت سے چُھٹکارا ہوگا اور دُوسرے تمہارے خُوبصورت ہاتھوں سے"۔

رانجھے کی یہ باتیں ہیر کے کانوں سے گُزر کر اُس کے دل میں تیر بن کر لگیں۔ اُسے رانجھے سے ہمدردی اور محبت پیدا ہوگئی۔ وُہ سہیلیوں کو ساتھ لے کر اُسی کو دیکھنے آئی تھی۔ اُس کی شکل وصورت دیکھکر اور باتیں سن کر وُہ فدا ہوگئی۔ سہیلیوں سے علیحدہ ہوکر رانجھے پر اپنی محبت ظاہر کر دی۔ رانجھا تو پہلی نظر میں ہی گھائل ہوگیا تھا۔ اور ساری باتیں اُس نے محبت میں کھوئے ہوئے کی تھیں۔ جب ہیر نے اُسے اپنی محبّت کا حال بتایا۔ تو وُہ مسرور ہُوا۔ دونوں مِل بیٹھے۔ پیار و محبّت کی باتیں کیں اور محبّت کو نباہنے کا عہد کیا۔ رُخصت ہونے سے پہلے ہیر نے رانجھے کو یقین دِلایا۔ کہ وُہ رانجھے کو کسی نہ کسی طرح اپنے گھر لے جانے کی کوشش کرے گی ؞

ہیر کے گھر میں

ہیر کا باپ چوچک قوم سیال کا سردار تھا۔ سیالوں کی خاندانی شرافت اور جنگجوئی کا دُور دُور چرچا تھا۔ تمام سیال چوچک کے فرماں بردار تھے۔ اور اپنے تمام جھگڑوں میں اُس کے فیصلوں کو سر آنکھوں پر منظور کرتے تھے۔

ہیر چوچک کی لاڈلی بیٹی تھی۔ جو ناز و نعم میں پلی اور جوان ہوئی۔ اس کے باپ کے گھر میں کسی چیز کی کمی نہ تھی۔ وُہ دن بھر اپنی سہیلیوں کے ساتھ اپنے باپ کے شاندار مکانوں میں کھیلتی اور شام کو سہیلیوں کے ساتھ دریا کے کنارے سیر کرنے جاتی تھی۔ لڈن ملاح کی کشتی ہر روز شام کو

Taj Tahir Foundation

ان کے انتظار میں دریا کے کنارے کھڑی رہتی۔ اور سیر کا جی چاہتا۔ تو سہیلیوں سمیت کشتی میں بیٹھ کر دریا کی سیر کرتی۔

اب تک تو ہیر کو سوائے کھیلنے کودنے کے کام نہ تھا۔ وُہ جانتی بھی نہ تھی۔ کہ غم کس بلا کا نام ہے اور محبت کسے کہتے ہیں؟ مگر جب سے دریا کے کنارے اُس نے مَوجو چودھری کے نوجوان بیٹے رانجھے سے باتیں کیں۔ اُس کے دل میں محبت کی چنگاری بھڑک اُٹھی۔ وُہ شام کو واپس آئی۔ تو اُس کے دل میں وُہ خوشی نہ تھی۔ جو پہلے ہُوا کرتی تھی۔ خوشی کی بجائے اُس کے سینے میں میٹھی میٹھی چُبھن تھی۔ اُس کی نظریں اپنے عالی شان مکانوں میں سہیلیوں کے سوا کسی اَور کو بھی ڈھونڈتی تھیں۔

چوچک ایک بڑا رئیس اور زمیندار تھا۔ اُس کے گھر میں گایوں، بھینسوں کا ایک بڑا گلّہ تھا۔ اس گلّے کو سنبھالنے کے لئے چوچک کو ایک نوکر

کی ضرورت تھی۔ اور وُہ کسی محنتی نوکر کی تلاش میں تھا۔ ہیر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اپنے والد کو کہا۔ "تخت ہزارے کا ایک جٹ لڑکا یہاں آیا ہے۔ وُہ نوکری کا خواہشمند ہے۔ اگر آپ اُسے بھینسیں چرانے پر نوکر رکھ لیں۔ تو مجھے یقین ہے کہ وُہ بہت اچھا کام کریگا" ۔

چوچک نے رانجھے کے متعلّق ہیر سے کچھ اور باتیں پُوچھیں اور اُسے نوکر رکھنا منظور کر لیا۔ ہیر نے اِجازت مِلتے ہی رانجھے کو بُلوا لیا۔ اور بھینسوں کا گلّہ چرانے کے لئے اُس کے حوالے کر دِیا۔

رانجھے نے خُدا کو یاد کر کے کام سنبھال لیا۔ اُسے ہیر کی خاطر دنیا کی سب مصیبتیں گوارا تھیں۔ وُہ روزانہ سویرے بھینسیں لے کر جنگل میں جاتا۔ دِن بھر وہیں رہتا۔ شام کو بھینسیں واپس لاکر باندھ دیتا اور اُسی بھینسوں والے مکان میں پڑ رہتا۔

رانجھا تھا تو ہیر کے گھر میں۔ مگر اس طرح کہ

ہیر سے کھلم کھلا ملاقات نہ ہو سکتی تھی۔ اول تو وہ صبح سے شام تک جنگل میں رہتا۔ دوسرے وہ ایک نوکر تھا اور نوکر سے ہیر کا ملنا جلنا بہت مشکل تھا۔ اس لئے رانجھا پریشان تھا اور ہیر بھی پریشان رہتی تھی۔

آخر ہیر نے ایک تجویز سوچ لی۔ وہ ہر روز پراٹھے پکا کر اُن کی "چوُری" بناتی۔ اور سہیلیوں کے گھر جانے کے بہانے گھر سے نکلتی۔ لیکن جنگل میں رانجھے کے پاس چلی جاتی۔ وہاں دونوں ملتے۔ محبت بھری باتیں کرتے۔ "چوُری" کھاتے اور کچھ دیر کے بعد ہیر واپس آ جاتی۔

کچھ مُدّت تو ہیر اسی طرح آتی رہی اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ مگر آخر لوگوں کو پتہ چل گیا۔ اور لوگ ایک دوسرے کے کان میں باتیں کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے یہ بات زیادہ پھیل گئی۔ اور ہیر رانجھے کی محبت کا ذکر عام ہو گیا۔

کسی طرح یہ بات ہیر کی ماں کو بھی معلوم ہو گئی۔

Taj Tahir Foundation

اُس نے ہیر کو بُلا کر سمجھایا۔ اور کہا۔ "بیٹی! یہ لچھن اچھّے نہیں۔ تیرا باپ عزّت دار ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ تیری وجہ سے اُس کی عزّت میں فرق آئے"۔

ہیر نے ماں کو تسلّی دی۔ اور کہا۔ کہ "مجھے رانجھے سے صرف ہمدردی ہے۔ وُہ بچارا ایک اچھے خاندان کا لڑکا ہے۔ اور بھائیوں کی بے مہری کے طفیل یہاں بھینسیں چرا رہا ہے۔ آپ یقین رکھیں۔ آپ کی بیٹی ناسمجھ نہیں۔ لوگ تو ہمیشہ رائی کا پہاڑ بنا لیتے ہیں"۔

ہیر کے اس جواب سے ماں کی ایک حد تک تسلّی ہو گئی۔ اور ہیر نے بھی ماں باپ کو یقین دلانے اور رسوائی سے بچنے کے لئے رانجھے کے پاس آنا جانا کم کر دیا۔ اب وُہ کبھی کبھی جاتی۔ اور رانجھے سے مِل کر واپس چلی آتی۔

ہیر کا ایک چچا تھا۔ کیدو نام۔ ایک ٹانگ سے لنگڑا اور بے حد شرارتی۔ اُس نے کہیں سے

Taj Tahir Foundation

ہیر اور رانجھے کی محبت کی بات سُن پائی اور تاک میں رہنے لگا۔ چونکہ وُہ لنگڑا تھا اور کسی کام کے قابل نہ تھا۔ اس لئے گھر میں اُسے کوئی کام نہ تھا۔ وُہ دن بھر گلیوں میں مارا مارا پھرتا رہتا تھا ۔

اُس نے بہت کوشش کی۔ کہ وُہ ہیر رانجھے کو محبت کرتے اپنی آنکھوں دیکھ لے۔ مگر کامیاب نہ ہُوا۔ ایک دن وہ فقیروں کا بھیس بنا کر جنگل میں رانجھے کے پاس گیا۔ اُس دن ہیر نے "چُوری" ایک سہیلی کے ہاتھ بھیج دی تھی۔ کیدو فقیر بنا ہُوا لنگڑاتا لنگڑاتا آیا۔ اور رانجھے سے کہا۔ "بھُوکا ہُوں۔ خُدا کے لئے کچھ کھانے کو دو" رانجھے نے ساری چُوری اُٹھا کر اُسے دے دی۔ اور وُہ مکّار لے کر واپس چلا گیا ۔

اِتنے میں ہیر آ گئی۔ جب اُس کو یہ بات معلوم ہوئی۔ تو اُس نے رانجھے کو بتایا کہ بہت بُرا ہُوا۔ یہ کم بخت میرا چچا کیدو تھا۔ جو بڑا شرارتی ہے۔ یہ اپنی شرارت سے بُجھی ہُوئی آگ کو پھر بھڑکا دیگا ۔"

یہ کہہ کر وہ کیدو کے پیچھے بھاگی۔ اور اُسے رستے میں جالیا۔ 'چوُری' اُس سے چھین لی۔ دھکّا دے کر گرا دِیا۔ اور بولی۔ "لنگڑے! اگر توُنے کہیں اس بات کا ذکر کیا۔ تو دوسری ٹانگ بھی توڑ دُوں گی"۔

کیدو نے توبہ کی اور عہد کیا۔ کہ ذکر تو کیا میں کسی کے سامنے نام بھی نہ لوں گا۔

لیکن اس بات کو سینے میں چھپائے رکھنا کیدو کے بس کی بات نہ تھی۔ وُہ سیدھا ہیر کے باپ چوچک کے پاس پہنچا۔ اور کہنے لگا۔ "بھائی جان! آپ بڑے آدمی ہیں۔ اور مُجھ غریب لنگڑے کی باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن میں آپ کو بتا دوں۔ کہ آپ کی لاڈلی بیٹی ہیر کے لچھّن اچھّے نہیں۔ اور وُہ چُپکے چُپکے ایک ایسا شگوفہ کھلا رہی ہے۔ کہ سارے خاندان کی ناک کٹ جائیگی"۔

چوچک نے پُوچھا۔ "کیوں کیا بات ہے"؟

کیدو نے اس دن کا سارا واقعہ بیان کیا۔ اور

رو رو کر کہنے لگا۔ "ہیر اتنی دلیر ہو گئی ہے۔ کہ میری دوسری ٹانگ توڑنے پر تیار ہے۔ میری ٹانگ کا تو آپ فکر نہ کریں۔ اس کا خُدا حافظ ہے۔ مگر آپ اپنی بیٹی کی خبر لیں"۔

کیدو سارے خاندان میں اپنی ہٹ بونگ کی وجہ سے بدنام تھا۔ چوچک نے اُس کی باتوں پر یقین نہ کیا۔ اور اُسے یہ کہہ کر رخصت کر دیا۔ کہ "بھائی صاحب۔ میں خیال رکھوں گا"۔

چوچک نے تو کوئی پرواہ نہ کی۔ مگر یہ بات دوسرے لوگوں میں پھیل گئی۔ عورتوں نے ہیر کی ماں ملکی کو طعنے دینے شروع کئے۔ ملکی لوگوں کے طعنے سُن سُن کر تنگ آ گئی۔ اور ہیر کو بُلا کر بہت بُرا بھلا کہا۔ ہیر کو معلوم تھا۔ کہ اب یہ بات ظاہر ہو چکی ہے۔ اور اس پر پردہ نہ پڑ سکے گا۔ اُس نے ماں کے سامنے اپنی اور رانجھے کی محبت کا اقرار کر لیا۔ اور یہ بھی کہہ دیا۔ کہ "میں رانجھے کو محبت کا عہد نباہنے کا قول دے چکی ہوں"۔

Taj Tahir Foundation

ملکی یہ سُن کر بہت پریشان ہوئی۔ بھاگی بھاگی میاں کے پاس آئی۔ اور سارا حال کہہ سُنایا۔ چوچک کو خبر تو پہلے ہی پہنچ چکی تھی۔ اب یقین ہوگیا۔ اور اُس نے اُسی وقت رانجھے کو بُلا کر نوکری سے جواب دے دیا۔

Taj Tahir Foundation

دوبارہ چوچک کے گھر میں

چوچک نے طیش میں آکر رانجھے کو نکال تو دیا۔ مگر بعد میں اُسے بہت پریشانی ہوئی۔ ایک تو رانجھا بھینسوں کی بہت اچھی رکھوالی کرتا اور اِن کا ہر طرح دھیان رکھتا تھا۔ اور تمام بھینسیں اُس سے ہل گئی تھیں۔ دُوسرے اُس کے چلے جانے سے ہیر کو بہت دُکھ ہُوا اور وُہ بہت پریشان حال رہنے لگی۔ ہیر نے اپنی ماں سے علیحدگی میں کہہ بھی دیا کہ "رانجھے کے نکل جانے سے مجھے بہت دُکھ ہُوا ہے۔ اگر اُسے واپس نہ بلایا گیا۔ تو مَیں مر جاؤں گی"۔

ہیر کی ماں نے یہ باتیں ابھی چوچک سے نہ کہی تھیں۔ کہ بھینسوں کی شکایتیں آنے لگیں۔ وُہ کسی

کے سنبھالے نہ سنبھلتی تھیں۔ چوچک کو افسوس
ہُوا۔ کہ اُس نے لوگوں کے کہنے پر رانجھے کو الگ
کر دیا۔ وُہ یہی سوچ رہا تھا کہ مِلکی آگئی اور کہنے لگی
کہ رانجھے کے چلے جانے سے ڈنگر ڈھوروں کا بُرا
حال ہے۔ اُس نے ایک لمبی مُدّت ہماری خدمت
کی ہے۔ اس طرح فوراً جواب دے دینے سے خُدا
ناراض ہوگا"۔

چوچک اپنے کیئے پر پہلے ہی پشیمان ہو رہا
تھا۔ جب اُس نے بیوی کو بھی رانجھے کی مدد پر پایا تو
کہہ دیا۔ کہ "رانجھے کو واپس بُلا لو"۔

رانجھا جھنگ کو چھوڑ کر کہاں جاتا؟ وُہ اسی شہر
میں گلیوں میں جان دینا چاہتا تھا۔ جہاں اس کی ہیر
تھی۔ مِلکی نے رانجھے کا پتہ کرایا۔ اُسے پاس بُلا کر
دلاسا دیا۔ اور کہا۔ کہ "بیٹا۔ اپنا کام سنبھالو۔ لیکن
جس کا نمک کھاؤ۔ اُس کے گیت گاؤ۔ اُس کی عزّت
کو بٹہ لگاؤ گے تو نمک حرام کہلاؤ گے"۔

رانجھے نے کہا۔ "بی بی جی! آپ ہی بتائیں۔ کہ میں

Taj Tahir Foundation

نے اپنے کام میں کون سی کوتاہی کی ؟ چوچک سردار چاہتے ہیں کہ میں ان کو اپنا رازق جانوں ۔ گویا وُہ مجھے نوکر نہ رکھیں گے ۔ تو خدا مجھے رزق نہ دے گا ۔ یہ بات میں کیسے مان لُوں ؟ کیڑوں پتنگوں کو رزق پہنچانے والا کسی نہ کسی بہانے مجھے بھی رزق دے گا"۔

ملکی نے کہا۔" نا بیٹا ۔ یہ بات نہیں ۔ تم کام بہت اچھا کرتے ہو ۔اب ذرا اور جی لگا کر کام کرو"۔

اُسی دن سے رانجھے نے دوبارہ کام شروع کر دیا۔

ہیر اور رانجھے دونوں پر اس ٹھوکر کا یہ اثر ہوُا کہ وُہ اب ملنے اور بات چیت کرنے میں احتیاط سے کام لینے لگے ۔

چوچک نے رانجھے کو کام پر دوبارہ لگا تو لیا مگر وُہ لوگوں کے طعنوں سے غافل نہ تھا ۔ وُہ چاہتا تھا کہ کسی طرح ہیر کو سمجھا دے ۔ خود جوان بیٹی کے منہ چڑھنا اسے پسند نہ تھا ۔اُس نے گاؤں کے بڑے قاضی صاحب کو بلا کر ساری بات

Taj Tahir Foundation

سمجھائی اور کہا۔ کہ "آپ ہیر کو سمجھائیے۔ وہ میری پت اور شرم رکھے۔ ورنہ میں ملک بھر میں بد نام ہو جاؤں گا اور میرے لئے جینا حرام ہو جائے گا"۔

قاضی جی موقع پاکر ہیر کے پاس آئے اور نہایت شفقت سے اُسے چوچک کا پیغام پہنچا کر اُونچ نیچ سمجھائی۔ کہ "بیٹی۔ تیرا باپ بڑی عزت والا ہے۔ دُور دُور لوگ اس کا نام عزت سے لیتے ہیں۔ اور اس کی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں۔ اُس کی عزّت کا خیال رکھنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی سفید داڑھی کی بے عزّتی ہو"۔

ہیر نے کان دھر کر قاضی کی باتیں سنیں۔ جب قاضی صاحب سب کچھ کہہ چکے۔ تو اس نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔ "قاضی صاحب! خدا اور رسول نے میاں کو بیوی پسند کرنے کا اور بیوی کو میاں پسند کر لینے کا حق دیا ہے۔ میں نے اپنے لئے رانجھے کو چن لیا ہے۔ اور اُس نے مجھے پسند کر لیا ہے۔ اگر آپ میرے باپ کو کہہ سُن کر میری اور

رانجھے کی شادی کرادیں۔ تو اس میں کون سی بُری بات ہے؟"

قاضی نے کہا۔" بیٹی تیرا کہنا درست ہے۔ مگر تیرا باپ بہت بڑے خاندان کا سردار ہے۔ اور رانجھا ایک معمولی جٹ۔ وُہ تمہارے گھر کی بچی ہوئی روٹیاں کھا کر پیٹ پال رہا ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ کہ اتنا بڑا سردار اپنی بیٹی کا بیاہ نوکر سے کر دے؟"

ہیر نے جواب دیا۔" بیشک میرا باپ بڑا خاندانی ہے۔ مگر رانجھا بھی پنچ نہیں۔ وُہ تخت ہزارے کے چودھری موجو کا لڑکا ہے۔ بھائیوں نے اُسے گھر سے نکال دیا۔ اور وُہ مصیبت کا مارا یہاں آ پہنچا۔ صرف میری خاطر اُس نے بھینسوں کو چرانے کا کام قبول کر لیا۔ میں نے اُسے بَر چُن لیا ہے۔ اس لئے اگر میرے ماں باپ مجھ پر احسان کریں۔ تو مجھے رانجھے کے ساتھ بیاہ دیں ؛"

Taj Tahir Foundation

قاضی نے بہت سمجھایا۔ مگر ہیر نے قاضی کو لاجواب کر دیا۔ آخر قاضی صاحب اُٹھ کر چوچک کے پاس آئے اور جو کچھ گذری تھی۔ کہہ سنائی۔ ہیر کا بھائی سلطان بھی موجود تھا۔ جب اُسے یہ بات معلوم ہوئی۔ تو غصّے سے بیتاب ہو گیا۔ اور اُسی وقت ہیر کے پاس آیا۔ ملکی ہیر کے پاس بیٹھی اسے سمجھا رہی تھی۔ سلطان آ کر ماں کو کہنے لگا۔ "اماں! بیٹی کو سمجھا دو۔ اگر یہ اپنی ہرٹ سے باز نہ آئی۔ تو میں اس کی گردن مار دوں گا۔"

ماں سلطان کو کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کہ ہیر بول پڑی اور کہنے لگی۔ "میرے ویر! میرے ایسے نصیب کہاں؟ کہ تم مجھے مار کر مصیبت کی زندگی سے چھڑا دو۔ اگر ایسا کرو۔ تو میں اگلے جہان بھی تمہارے احسان کا بدلہ نہ دے سکوں گی لیکن یہ جان لو۔ کہ رانجھے کی ہوں۔ جب تک زندہ ہوں۔ اُسی کی رہوں گی۔"

سلطان نے کڑک کر جواب دیا۔ "بس بس

بے شرم کُتیا! اگر اَور کچھ کہا۔ تو زبان کھینچ کر باہر نِکال دوں گا"۔

بہن بھائی کو لڑتے دیکھ کر مِلکی بول پڑی۔ اور سلطان سے کہنے لگی۔ "بیٹا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ جوان بہن کو بُرا بھلا کہتے ہو۔ تم جاؤ۔ میں اسے سمجھا لوں گی۔ نئی عمر ہے۔ دیوانی ہے۔ سمجھ جائے گی"۔

سلطان یہ کہتا ہوا نکل گیا۔ کہ "اگر میں نے پھر ایسا سُنا۔ تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا"۔

مِلکی نے ہیر کو بہت سمجھایا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر وُہ اُٹھ کر چلی گئی۔

ہیر نے اپنی ایک خاص سہیلی کو بُلایا۔ اور پیغام دے کر رانجھے کے پاس بھیجا۔ وہ جنگل میں بھینسیں چراتا اور یہ سُن سُن کر غمگین رہتا تھا۔ کہ گھر میں ہیر کو تنگ کر رہے ہیں۔ ایک مدّت سے ہیر اُسے مِل بھی نہ سکتی تھی۔ ہیر کا پیغام سُن کر وُہ بیقرار ہو گیا۔ اور سوچنے لگا۔

کہ ہیر سے ملنے کا کوئی انتظام کرنا چاہیئے۔

شام کا وہ وقت نکال کر مِٹھی نائن کے گھر گیا۔ اور اپنی رام کہانی سُنا کر اُس سے مدد چاہی وُہ بڑی تجربہ کار عورت تھی۔ اُس نے رانجھے کو تسلی دی۔ اور وعدہ کیا۔ کہ بہت جلد ہیر کی روزانہ ملاقات کا بندوبست کردُوں گی"۔

دوسرے دن مِٹھی نائن ہیر کے پاس گئی اور اُسے سارا قصہ کہہ سُنایا۔ ہیر پہلے ہی پریشان تھی۔ اُس نے بھی مِٹھی سے مدد کی التجا کی۔ مِٹھی نے اُسے کہا۔ کہ تم دونوں کوئی وقت مقرّر کرکے میرے گھر میں مِل لیا کرو"۔

ہیر راضی ہو گئی۔ اور مِٹھی نے یہ بات جاکر رانجھے کو بتا دی۔ چنانچہ وقت مقرر ہو گیا۔ اور ہیر رانجھا پھر دونوں ایک دُوسرے سے ملنے لگے۔ کبھی کبھی ہیر وقت نکال کر دریا پر چلی جاتی۔ ساتھ ہی اس کی ہمراز سہیلیاں ہوتیں۔ رانجھا بھی آجاتا اور دریا کے کنارے ہیر اور رانجھا آپس میں بیٹھی

میٹھی باتیں کرنے اور ایک دوسرے کا دُکھ درد بانٹتے ۔

ہیر کا چچا کیدو شیطان کی طرح تاک میں تھا۔ وُہ ہر وقت ہیر کے باپ اور ماں کے کان بھرتا رہتا تھا۔ اور ملکی اُس کی باتیں ہیر سے کہہ دیتی تھی۔ تاکہ ہیر سنبھل کر چلے۔ ہیر کیدو کی شرارتوں سے تنگ آچکی تھی۔ اُس نے اپنی سہیلیوں سے مشورہ کیا کہ اس لنگڑے کا کچھ علاج کرنا چاہیئے ۔

ہیر کی سہیلیاں نوعمر تھیں۔ اُنہیں بھلا سوچ بچار سے کیا کام ؟ اُنہوں نے ہیر سے کیدو کی شرارتوں کا حال سُنا۔ تو تاک میں رہنے لگیں۔ ایک دن موقع پا کر کیدو کو پکڑ لیا۔ اور اُس کی خوب گت بنائی۔ مکوں۔ گھونسوں اور لاتوں سے اس کا پنجر ڈھیلا کر دیا۔ اس پر بھی ان کی طبیعت نہ بھری اور کیدو کے گھر پہنچ کر اس کی جھونپڑی کو آگ لگا دی ۔

کیدو پٹ پٹا کر چوچک کے پاس جا پہنچا۔ اور رو رو کر سارا حال بیان کیا۔ چوچک کیدو سے

Taj Tahir Foundation

خفا تھا - کیونکہ وُہ گلی کوچوں میں ہیر کی بُرائی کرتا رہتا تھا - حالانکہ ہیر اس کے بھائی کی بیٹی اور اس کی بھتیجی تھی - جب چوچک کو پتہ چلا - کہ لڑکیوں نے کیدو کو مارا ہے - تو وہ دِل میں بہت خوش ہوا - اور کیدو کو خفا ہو کر کہنے لگا - کہ " تم یونہی شور مچاتے رہتے ہو - چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھلا کیا کِسی کو مار یں گی ؟ "

کیدو کا خیال تھا - کہ چوچک اس کا حال سُن کر ہیر اور اس کی سہیلیوں کو خوب پیٹے گا - مگر جب وُہ اُلٹا خفا ہوُا - تو کیدو روتا ہوا اپنے دُوسرے بھائیوں کے پاس پہنچا - انہوں نے کیدو سے ہمدردی کی - اور ہیر کی سہیلیوں کو بُلا کر پوچھا - وُہ تمام کہنے لگیں - " ہمیں تو کچھ علم نہیں کہ چچا کیدو کو کِس نے مارا ہے - ہم نے تو چچا کو دیکھا تک بھی نہیں " ۔

کیدو نے بہت قسمیں کھائیں - مگر چنچل لڑکیوں کے سامنے اس کی پیش نہ گئی - کیدو

کے بھائیوں نے اُس سے کہا۔ کہ یوں تمہاری بات پر ہمیں اعتبار نہیں۔ اگر سچے ہو تو کبھی ہیر اور رانجھے کو اکٹھے پھرتے یا باتیں کرتے دکھاؤ۔ کیدو نے کہا۔ بہت اچھا! اور اُسی دن سے تلاش میں رہنے لگا۔

ایک دن ہیر چراہ گاہ میں رانجھے سے ملنے گئی وُہ دونوں وہاں بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ کہ چوچک ادھر آ نکلا اور ہیر کو رانجھے سے باتیں کرتے دیکھ لیا۔ ہیر باپ کو آتا ہوا دیکھ کر آگے بڑھی اور کہنے لگی۔ "میں ایک ضروری کام کرنے آئی تھی کہ رانجھے نے بُلا لیا"۔

چوچک حیران تھا۔ اگر وُہ بیٹی یا رانجھے کو کچھ کہتا۔ تو بات پھیل جاتی۔ اور وُہ اپنے ہاتھوں رسوا ہوتا۔ اُس نے ہیر کو ڈانٹ کر کہا۔ "چل! جلدی گھر چل"۔ اور خود غصّے میں بھرا ہوا چلا گیا۔ اُس نے طے کر لیا۔ کہ جس قدر جلدی ہو سکا۔ ہیر کی شادی کر دوں گا۔

تخت ہزارے سے بُلاوا

رانجھے کے بھائی باپ کی زندگی میں رانجھے سے حسد تو کرتے تھے۔ مگر اُن کا یہ خیال بھی نہ تھا۔ کہ وُہ رانجھے کو وطن سے نکال دیں گے۔ لیکن جب بوڑھا چودھری مر گیا۔ تو ان کی بیویاں شیر ہو گئیں اور رانجھے کو اتنا تنگ کیا۔ کہ وُہ گھر چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔

رانجھا گھر سے چلا گیا۔ تو بھابیوں نے شکریہ ادا کیا۔ کہ اکڑ باز دیور پر فتح پائی اور اُسے گھر سے نکال کر دم لیا۔ مگر رانجھے کے گھر سے نکلتے ہی لوگوں نے رانجھے کے بھائیوں اور بھابیوں کا دم ناک میں کر دیا۔ بھائیوں کو لوگ کہتے! "یہ بھی اچھے

بھائی ہیں - بیویوں کے کہنے سُننے پر بھائی کو دیس بدر کر دیا - توبہ توبہ - دُہائی خدا کی - اس غریب کا حصہ کھا کر ان کا کیا بن جائے گا "- لوگوں کی یہ باتیں سُن سُن کر رانجھے کے بھائی بہت شرمندہ ہوتے ۔

اور رانجھے کی بھابیوں کے لئے تو گلیوں میں چلنا پھرنا مشکل ہو گیا - وُہ جدھر سے گذرتیں لوگ اُنگلیاں اُٹھاتے اور کہتے - " یہ ہیں جنہوں نے بھائیوں سے بھائی جدا کرا دیا - خدا ان کے سائے سے بچائے - کتنی ظالم ہیں - بیچارے پر جینا حرام کر دیا تھا - آخر وہ تنگ آ کر چلا گیا - اب یہ اس کے حصے کا حرام مال کھاتی اور بغیر ڈکار لئے ہضم کر جاتی ہیں ۔

رانجھے کے بھائی اور ان کی بیویاں اپنے کئے پر شرمندہ تھیں - انہوں نے رانجھے کی تلاش کی - تاکہ اگر کہیں مِل جائے - تو واپس لے آئیں - مگر ایک عرصے تک کچھ پتہ نہ چلا - بہت مدت کے

بعد انہیں اُڑتی اُڑتی خبر ملی۔ کہ رانجھا جھنگ میں چوچک سردار کے گھر نوکر ہے +

انہوں نے رانجھے کو منت سماجت سے کہلا بھیجا۔ کہ گھر واپس آجاؤ۔ مگر رانجھے نے اس کا جواب نہ دیا۔ چوچک کو اس پیغام کی خبر ہوئی۔ تو اس نے رانجھے کے بھائیوں کو پیغام بھیجا۔ "تمہارے لئے یہ بات بہت بُری ہے۔ کہ تم نے اپنے جوان بھائی کو گھر سے نکال دیا۔ اور وُہ یہاں دوسرے گھر کی خدمت کر کے پیٹ پال رہا ہے۔ اگر تمہیں اپنے خاندان کی عزّت کا ذرا بھی پاس ہے۔ تو اُسے واپس بلالو"۔

جو شخص چوچک کا یہ پیغام لایا۔ اُس نے تخت ہزارے میں آکر ہیر اور رانجھے کی محبت کا حال بھی سُنا دیا۔ اور کہا۔ کہ رانجھا آتو جائے۔ مگر وُہ ہیر کی محبت میں بندھا ہُوا ہے۔ جب تک ہیر اُس کو اجازت نہ دے گی۔ وُہ کبھی نہ آئے گا۔

یہ سُن کر رانجھے کی بھابیوں نے اپنی طرف سے

Taj Tahir Foundation

ہیر کو پیغام بھجوایا۔ کہ ''ہمارا سارا خاندان رانجھے کی جدائی میں پریشان ہے اور تو نے ہمارے چھیل چھبیل رانجھے کو ورغلا لیا ہے۔ مہربانی کر کے اُسے گھر واپس آنے کی اجازت دو اور تاکید کر کے فوراً روانہ کر دو''۔

ہیر کو یہ پیغام ملا۔ تو اس نے رانجھے کو بلوایا۔ پہلے تو اُسے پیغام سُنایا۔ اور پھر کہا۔ ''تمہارے گھر کے لوگ تمہارا راہ دیکھ رہے ہیں۔ تم فوراً چلے جاؤ۔ بھائیوں اور بھابیوں کی خدمت کرو۔ اپنا گھر بساؤ۔ اور اگر ان کاموں سے فرصت ہو۔ تو کبھی کبھار مجھے بھی یاد کر لینا''۔

رانجھے نے ہیر کو یقین دلایا۔ کہ ''تم سے جُدا ہو کر مجھے جنت بھی منظور نہیں۔ باقی رہا گھر سو میں اپنے بھائیوں اور بھابیوں کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ وُہ لوگوں کے طعنوں سے ڈر کر مجھے بلا رہے ہیں۔ ورنہ ان کا جی تو یہی چاہتا ہے۔ کہ میں کل کا مرتا آج مر جاؤں۔ مجھے تم اگر حکم دو گی۔ تو مَیں آگ میں

کود جاؤں گا۔ مگر اپنے ظالم بھائیوں اور بھابیوں کے پاس نہ جاؤں گا"۔

ہیر نے رانجھے کی ساری باتیں ایک پیغامبر کو سمجھا کر تخت ہزارے بھیجا۔ پیغام بر نے تمام باتیں رانجھے کے بھائیوں اور بھابیوں تک پہنچا دیں۔ انہوں نے پھر پیغام بھیجا۔ اور رانجھے سے اپنے قصور کی معافی طلب کر کے اُسے واپس آنے کو کہا۔ مگر رانجھا واپس وطن جانے پر کسی طرح راضی نہ ہُوا۔ وُہ اس بات پر یقین کئے بیٹھا تھا۔ کہ اگر قسمت نے یاوری کی۔ تو چوچک سردار کی بیٹی کو بیاہ کر گھر جاؤں گا۔

Taj Tahir Foundation

شادی

ہیر جوان تھی - اور اس کی جوانی کا چرچا سیالوں کے سارے خاندان میں تھا - چوچک نے جس دن سے اپنی آنکھوں رانجھے اور ہیر کو چراگاہ میں باتیں کرتے دیکھا تھا - وُہ اس فکر میں تھا - کہ کہیں ہیر کے بیاہ کا بندوبست ہو جائے - اپنے خاندان میں اُسے کوئی ایسا لڑکا دکھائی نہ دیتا تھا - جس سے وُہ اپنی خوبصورت اور لاڈلی بچی کی قسمت ملائے ؛

ایک دن چوچک نے اپنے خاندان کے بڑے بڑے آدمیوں کو بلایا - اور کہا - ”میری بیٹی جوان ہو گئی - مجھے ہر وقت اس کے بیاہ کی فکر رہتی ہے - جن جن لوگوں کے پیغام آئے ہیں - وُہ سب

Taj Tahir Foundation

آپ کو بتائے دیتا ہوں ۔ تم میری رہنمائی کرو ۔ کہ کہاں رشتہ دینا میرے اور میری بیٹی کے لئے بہتر ہوگا "۔

یہ کہہ کر چوچک نے ان لوگوں کے نام گنوائے جن کی طرف سے ہیر کے رشتے کا پیغام آیا تھا۔

جھنگ کے قریب ہی ایک دوسرا گاؤں تھا۔ رنگ پور ۔ اس قوم کا چودھری اجّو نامی ایک شخص تھا ۔ اس کے گھر ایک نوجوان لڑکا تھا ۔ جس کا نام سیدا تھا ۔ سیدا کھیڑوں کی بستی میں سب سے خوبصورت نوجوان تھا ۔ اور گاؤں کے چودھری کا بیٹا ہونے کے سبب سے سب کی آنکھوں کا تارا تھا۔

چودھری اجّو بہت بوڑھا تھا ۔ اس کی خواہش تھی ۔ کہ وُہ جیتے جی اپنے بیٹے کے بیاہ کی خوشی دیکھ لے اور اگر اللہ کرم کرے ۔ تو وُہ اپنے سامنے ایک ننھا مُنّا پوتا بھی کھیلتا دیکھے ۔ اجّو اپنے نوجوان بیٹے کے لئے رشتے کی تلاش میں تھا ۔ اس نے

Taj Tabir Foundation

مناسب وقت دیکھ کر چوچک کے گھر میں ہیر کے رشتے کے لئے بھی پیغام بھیج دیا +

چوچک نے اپنے خاندان کے لوگوں کے سامنے جن جن کا ذکر کیا۔ ان میں چودھری اجّو کا نام بھی تھا۔ سیالوں کے بڑے بڑے سب لوگ اجّو کو جانتے تھے۔ اس کا نام سنتے ہی سب کے کان کھڑے ہو گئے۔ اور چوچک کو سب نے صلاح دی۔ کہ ہیر کا بیاہ اجّو کے لڑکے سے کر دو +

چوچک راضی ہو گیا۔ اور اپنی رضامندی کا پیغام رنگپور بھیج دیا۔ چودھری اجّو یہ خوشخبری سُن کر پھُولا نہ سماتا تھا۔ اُس نے اسی وقت گاجے باجے کا انتظام کیا۔ اور رنگپور باجوں کے شور سے گوُنج اُٹھا +

ہیر کو یہ بات معلوم ہوئی۔ تو اس نے سر پیٹ لیا۔ ماں کے پاس جا کر رونے چیخنے لگی۔ اور کہا۔ کہ "میں ہر گز رنگپور نہیں جاؤں گی۔ اگر مجھے رنگپور جانے پر مجبور کیا گیا۔ تو میں زہر کھا کر

مر جاؤں گی"۔

منگنی ہو جانے کے بعد ہیر ملک کے دستور کے مطابق گھر سے باہر نہ نکل سکتی تھی۔ اور سسرال میں جانے سے پہلے رانجھے سے مِل کر اُسے تسلّی دینا چاہتی تھی۔ اس نے سہیلیوں کو بُلایا۔ اور کہا۔ کہ رانجھا میرے بیاہ کی خبر سُن کر زندہ نہ رہے گا۔ تم اس کے پاس جاؤ۔ اسے تسلی دو۔ کہ "ہیر تیری ہے اور تیری رہے گی"۔ اور اگر ہو سکے۔ تو اسے کِسی طرح میرے پاس لے آؤ"۔

ہیر کی سہیلیاں فوراً رانجھے کے پاس جا پہنچیں۔ اور ساری بات اس کو سمجھائی۔ رانجھا بھی ہیر سے ملنے کے لئے بہت بیقرار تھا۔ ہیر کی سہیلیوں نے یہ ترکیب نکالی۔ کہ رانجھے کو برقعہ پہنا دیا۔ اور اپنے ساتھ اُسے چوچک کے گھر لے آئیں۔

ہیر کی سہیلیاں آئیں۔ تو دُوسرے سب لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔ تاکہ ہیر سہیلیوں کے ساتھ آزادی سے بات چیت کرے اور ہنسے کھیلے۔ لوگوں

Taj Tahir Foundation

کے چلے جانے کے بعد رانجھا اور ہیر ملے۔ آپس میں باتیں کیں۔ نئے سرے سے قول اقرار کیئے۔ کہ "وُہ دونوں مرتے دم تک محبت نبھائیں گے"۔ آخر ہیر کی سہیلیاں آئیں اور رانجھے کو اسی طرح ساتھ لے گئیں۔ جس طرح لائی تھیں ؛

تھوڑے دنوں بعد ہیر کی شادی کا دن مقرر ہوا تھا۔ اجو رنگپور کا چودھری تھا۔ اور چوچک سیالوں کا سردار۔ دونوں طرف سے شادی پر روپیہ پانی کی طرح بہایا گیا۔ بن ٹھن کے برات آئی۔ باجے گاجے کے شور میں کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ بھانڈ۔ قوال اور کئی طائفے براتیوں کے ساتھ تھے اور ہر طرف خوشی ہی خوشی دکھائی دیتی تھی ؛

اس خوشی کے سمے میں دو رُوحیں بیچین اور اداس تھیں۔ ہیر اپنے گھر میں اور رانجھا جھنگ کی گلیوں میں۔ ان کے لیئے شادی رنج و غم کا پیغام تھی۔ ہیر فیصلہ کیئے بیٹھی تھی۔ کہ وُہ

Taj Tahir Foundation

آخری دم تک سیدا خاں کے ساتھ بیاہ سے انکار کرے گی۔ جب نکاح کا وقت آیا۔ تو وہی قاضی صاحب جو پہلے بھی کئی بار ہیر کو سمجھا چکے تھے ہیر کے پاس نکاح کی اجازت لینے آئے۔

ہیر بپھر کر قاضی صاحب پر برس پڑی۔ اور کہا۔ کہ آپ لوگوں کو خدا کا کچھ خوف نہیں۔ میں نے کئی بار آپ سے اپنے دل کی بات کہہ دی۔ اور آپ آج پھر نکاح کی اجازت لینے آئے ہیں۔ میں صاف صاف کہہ دیتی ہوں۔ کہ میں سیدا خاں کے ساتھ بیاہ کرنے کو راضی نہیں۔ اگر آپ نے جبراً میرا نکاح پڑھ دیا۔ تو میں قیامت کے دن آپ کا دامن پکڑوں گی۔"

قاضی صاحب نے چوچک کو بلایا اور سب بات سمجھائی۔ مگر چوچک کیا کر سکتا تھا۔ برات دروازے پر بیٹھی تھی۔ سب طرف خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ ایسی حالت میں ہیر کی بات پر کان دھرنا کہاں کی عقلمندی تھی؟ سوچ بچار

کر کے یہی فیصلہ ہؤا۔ کہ ہیر خواہ کتنا ہی شور مچائے نکاح پڑھ دیا جائے ۔

چوچک اس خطرے سے بھی بے خبر نہ تھا۔ کہ اگر بیٹی کا بیاہ اس کی مرضی کے خلاف ہو گیا۔ تو وُہ یا تو زہر کھالے گی اور یا زندگی قیدیوں کی طرح گزار دے گی۔ لیکن قاضی صاحب نے چوچک کو سمجھایا۔ کہ ہیر نادان ہے۔ سسرال میں جا کر ہل مِل جائے گی۔ اور اس کی ساری پریشانی دُور ہو جائے گی ۔

ہیر کو یہ بات معلوم ہوئی۔ تو اس نے قاضی صاحب کو دوبارہ بُلوایا۔ اور بُرا بھلا کہا ۔ وُہ غصّے میں یہاں تک کہہ گذری۔ کہ "میری جگہ اپنی بیٹی کو بیاہ دو ۔" قاضی صاحب نے یہ سُنا۔ تو لاحول پڑھتے ہوئے چلے گئے۔ اور بھری مجلس میں خطبہ نکاح پڑھ کر گھر کو روانہ ہو گئے ۔

جب ہیر کی ڈولی اُٹھائی گئی ۔ تو ہیر چیخیں مار کر روئی ۔ ماں باپ کو پکارا۔ اور کہا ۔ کہ "تم نے

Taj Tahir Foundation

مجھے اپنے ہاتھوں بھاڑ میں جھونک دیا ہے۔" چوچک بھی بیٹی کی ڈولی گھر سے نکلتے دیکھ کر رو دیا۔ اور کھیڑے دلہن لے کر روانہ ہو گئے۔

رانجھے کو بھلا کب چین تھا۔ وُہ بھی ہیر کی ڈولی کے ساتھ ساتھ رنگپور کی طرف چل پڑا۔ رستے میں دوپہر ہو گئی۔ اور براتیوں نے ایک جگہ ٹھہر کر آرام کیا۔ کھیڑے جھنگ سے ایک انمول موتی لئے جا رہے تھے۔ اور خوشی میں پھولے نہ سماتے تھے۔ وُہ کھیل اور شکار میں لگ گئے۔ ہیر نے موقع غنیمت جان کر رانجھے کو اپنے پاس بُلایا۔ اور اُسے تسلی دینے لگی۔ کھیڑوں کو پتہ چلا۔ تو وُہ بہت طیش میں آئے۔ مگر ہیر نے یہ بہانہ بنا لیا کہ میرا ہار ہاتھ لگنے سے ٹوٹ گیا تھا۔ اور موتی زمین پر بکھر گئے تھے۔ نزدیک کوئی دوسرا آدمی نہ تھا۔ میں نے موتی چننے کے لئے رانجھے کو بُلا لیا۔

کھیڑے اس بات کی قدر و قیمت جانتے تھے۔ مگر انہوں نے خوشی کے موقع میں کوئی ایسی بات

کرنا مناسب نہ سمجھا۔ جس سے کسی کو رنج ہو۔
اور خواہ مخواہ رنگ میں بھنگ پڑے۔ چنانچہ وہ
چُپ ہو گئے ٭

ہیر کا خاوند سیدا خاں بھی شکار کرنے گیا۔
اور اس نے سب سے زیادہ شکار کیا۔ جب واپس
آیا۔ تو پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔ اور بہت پیاسا
تھا۔ اُس نے آتے ہی ٹھنڈا پانی پی لیا۔ ذرا سی
دیر میں اس کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اور سردی
محسوس ہونے لگی۔ پھر اس زور کا بخار ہُوا۔ کہ
جان کے لالے پڑ گئے۔ اسی وقت برات کی
تیاری ہو گئی۔ اور جس قدر جلدی ہو سکا رنگپور
پہنچ گئی ٭

ہیر کو بیاہ لانے کی خوشی کھیڑوں کے سارے
خاندان میں تھی۔ مگر سیدا خاں کی بیماری سے
اس خوشی کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ فوراً حکیموں کو
بُلا کر علاج شروع کرایا۔ مگر خدا کی قدرت سیدا
روز بروز زیادہ بیمار ہوتا گیا۔ اور سوکھ کر کانٹا

Taj Tahir Foundation

ہو گیا۔

ہیر سُسرال میں قید تھی۔ اور رانجھا رنگپور کی گلیوں میں خراب ہو رہا تھا۔ ایک دن ہیر نے ایک عورت کو اپنا حال جتا کر رانجھے کے پاس بھیجا۔ رانجھے کا حال پہلے ہی بہت بُرا تھا۔ ہیر کے پیغام نے زخم پر نمک کا کام کیا۔ اُس نے بھی ہیر کو پیغام بھیجا۔ کہ زندگی تمہارے بغیر ایک بوجھ ہے۔ مگر کیا کروں۔ اور کس طرح تم تک پہنچوں"؟ ہیر بیچاری اس کے جواب میں کیا کہہ سکتی تھی!

رانجھے اور ہیر کی ملاقات تو نہ ہو سکتی تھی۔ اور نہ ہوئی۔ مگر ایک دوسرے کو پیغام کبھی کبھار پہنچا دیتے تھے۔ اسی طرح دن گزرتے جا رہے تھے۔ اور جُدائی کا عرصہ لمبا ہوتا جا رہا تھا۔ رانجھا گلیوں میں پھرتا پھرتا گھبرا جاتا تو رنگپور کے باہر جنگلوں میں نکل جاتا۔ اور ہیر کو یاد کر کے گاتا ؎

Taj Tahir Foundation

ساون کا مہینہ ہے
ساجن سے جُدا ہو کر جینا کوئی جینا ہے
اب اور نہ تڑپاؤ
یا ہم کو بُلا بھیجو یا آپ چلے آؤ

اُدھر ہیر موت سے بُری زندگی گزار رہی تھی۔ وُہ رانجھے کو یاد کر کر کے جیتی اور دُکھ بھری لے میں گاتی۔

سونے دا کِل ماہیا
لوکاں دیاں رون اکھیاں ساڈا روندا دِل ماہیا

Taj Tahir Foundation

ٹلّہ جوگیاں

رانجھا ایک مُدّت تک رنگپور کی گلیوں میں خراب ہوتا رہا۔ مگر ہیر سے مِلنے کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی۔ آخر وُہ تنگ آگیا۔ وہ ہیر کی جُدائی کو اَور زیادہ برداشت نہ کرسکتا تھا۔ اُسے دُنیا اندھیر معلوم ہوتی تھی۔ اُس نے ایسی منحوس دُنیا سے الگ رہنا بہتر سمجھا۔ جس میں اُس کے لئے کوئی خوشی نہ تھی۔ چنانچہ اُس نے فیصلہ کرلیا۔ کہ دنیا کو چھوڑ کر جوگی ہو جانا چاہئیے ؎

جھنگ اور رنگ پور سے دور ضلع جہلم میں ٹلہ جوگیاں ایک مشہور پہاڑی مقام ہے۔ اب تو وہاں کوئی خاص رونق اور کشش باقی نہیں۔ مگر جس

Taj Tahir Foundation

زمانے کا یہ قصہ ہے۔ ٹلہ پر جوگیوں کے مشہور گرُو بالناتھ رہتے تھے۔ اُن کے جوگ اور دُنیا سے بے تعلقی کا دُور دور چرچا تھا۔ ملک ملک کے جوگی بالناتھ کی خدمت میں آتے اور چیلے بنتے تھے۔ کہتے ہیں۔ بالناتھ نے اس جگہ کو اپنے رہنے کے لئے اس واسطے پسند کیا تھا۔ کہ اس پہاڑی پر اور گردو نواح کے علاقے میں جوگیوں کے کام کی جڑی بُوٹیاں بہت ملتی ہیں ؂

رانجھے نے دُنیا سے تنگ آکر کوٹلہ جوگیاں کا رُخ کیا اور کچھ دنوں بعد وہاں جا پہنچا۔ دیکھا تو جوگ کے طالب ہزاروں کی تعداد میں مارے مارے پھر رہے تھے۔ اور بالناتھ کسی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ بعضوں کو تو ٹِلّے پر چلہ کشی کرتے اور بالناتھ کی خدمت کرتے کئی کئی برس گزر چکے تھے۔ مگر ان کو جوگ حاصل نہ ہوُا تھا۔ رانجھے کو یقین ہو گیا کہ یہ منزل بہت کٹھن ہے۔ اور خدا جانے کب اس میں کامیابی ہو۔ مگر جب اُسے دُنیا کی

سرد مہری۔ بھائیوں اور بھابیوں کے طعنے یاد آئے۔ تو دنیا کو چھوڑ دینے کے ارادے پر جم گیا۔ موقع پا کر رانجھا بالناتھ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا مقصد بیان کیا۔ بالناتھ نے کہا۔ "بیٹا! جوگ بڑا مشکل راستہ ہے۔ اس پر قدم نہ رکھو۔ یہاں قدم قدم پر امتحان ہوتا ہے"۔

رانجھے نے کہا۔ "مرشد کامل ہو۔ تو مشکل راستہ بھی چند لمحوں میں طے ہو سکتا ہے"۔

بالناتھ نے کہا۔ "اس راہ میں قدم قدم پر رسوائی ہے"۔

رانجھے نے کہا۔ "رسوائی کی جس منزل پر میں پہنچ چکا ہوں۔ اُس سے آگے کوئی مقام نہیں"۔

بالناتھ نے کہا۔ "اس راستے میں سب سے پہلی قربانی من کو مارنا اور دنیا کی خواہشوں کو ترک کرنا ہے"۔

رانجھے نے جواب دیا۔ "میرے دل میں سوائے ایک خواہش کے کوئی خواہش ہی نہیں اور من تو

کبھی کا مر چکا“۔

بالناتھ نے کہا:۔ ” وہ ایک خواہش کیا ہے“؟
رانجھے نے جواب دیا۔ بس یہی کہ محبوب کی
راہ میں اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دوں“۔

بالناتھ رانجھے کی ان باتوں اور سچّی تڑپ سے
بہت خوش ہوا۔ اپنے خاص چیلے کو بُلا کر ضروری
انتظام کیا۔ رانجھے کے جسم پر بھبوت ملی۔ کانوں
کو چیرا۔ جوگ کے بالے اُس کے کان میں ڈال کر
خُدا سے رانجھے کے لئے دعا کی۔ اور ذرا سی دیر
کے بعد رانجھے کو خوش خبری سُنائی۔ کہ دعا قبول
ہوگئی ہے۔ خدا تیرے دِل کی مرادیں پوری کریگا۔

بالناتھ کی دُعا سے رانجھا جوگی بن گیا۔ اور
جو جوگی برسوں سے ٹلّے پر چلّے کاٹ رہے
تھے۔ اس کی قسمت پر رشک کرنے لگے۔ بالناتھ
کو خبر ہوئی۔ تو اُس نے سب کو ڈانٹا اور کہا۔
”جس کے دل میں سچّی تڑپ تھی۔ وہ لے گیا۔
تُمہارے دل میں ابھی کینہ، حسد اور بغض ہے۔

اِس لئے تُم ابھی منزل سے دُور ہو۔

جوگ حاصل کر لینے کے بعد رانجھے نے بالناتھ سے عرض کی "مُرشد کامل! مَیں ملک ملک کی سیر کر کے دُنیا میں بسنے والے غافل لوگوں کو ہدایت کرنے کا شوق رکھتا ہوں۔ اگر آپ کی اجازت ہو۔ تو جاؤں"۔

بالناتھ نے خُوشی خوشی اجازت دے دی۔ رانجھے کو ہیر کی یاد ستا رہی تھی۔ وُہ اِجازت ملتے ہی رنگپُور کی طرف چل پڑا۔

Taj Tahir Foundation

جوگی رنگ پور میں

رانجھا جوگیوں کا لباس پہنے۔ بدن پر راکھ ملے اور کانوں میں بڑے بڑے بالے ڈالے رنگ پور کے قریب آ پہنچا۔ رنگ پور سے باہر ایک گڈریے سے ملاقات ہوئی۔ جوگی نے گڈریے سے رنگپور کا رستہ پوچھا۔ لیکن گڈریے نے دیکھتے ہی پہچان لیا۔ کہ یہ رانجھا ہے۔ اُس نے کہا۔ "جوگی جی! خیر سے آپ رنگ پُور کا رستہ بھی بھُول گئے۔ وُہ دن یاد نہیں۔ جب اکٹھے بھینس چرایا اور گایا کرتے تھے"۔

جوگی نے کہا۔ " بابا! بیتے دنوں کی یاد جوگی کا کام نہیں۔ جو بیت گئے۔ سو واہ واہ۔ تم جوگی

باباکو رستہ دکھاؤ۔"

گڈریا بولا۔ "جوگی جی! مجھ سے سیدھی سادی باتیں کرو۔ میں جوگ روگ نہیں جانتا۔ سیدھے کہتے کیوں نہیں۔ کہ ہیر کی خاطر بدن نے یہ روپ دھارا ہے"

جوگی نے تعجب سے کہا۔ "ہیر کون؟ تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ راہ چلتے شیر اور جوگی کو چھیڑنا نہیں چاہیئے۔ ورنہ پچھتانا پڑتا ہے۔ تم مجھے رنگ پور کا رستہ دکھاؤ۔"

گڈریا دیہاتی الھڑ تھا۔ کہنے لگا۔ "ٹھیک ہے۔ راہ چلتے جوگی کو چھیڑنا نہیں چاہیئے۔ اور اگر میں ابھی گاؤں میں جاکر لوگوں کو بتا دوں۔ کہ رانجھا جوگی بن کر آگیا ہے۔ تو پھر کیا ہو؟"

جوگی نے کہا۔ "کیا ہو؟ اگر تم چاہو۔ تو میں ابھی بتا دوں۔ کہ کیا ہو؟"

گڈریے نے اپنا لمبا سوٹا سنبھالتے ہوئے کہا۔ "بتا دو!"

Taj Tahir Foundation

جوگی نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی۔ اچانک ایک طرف سے دو بھیڑئیے نکلے اور گدڑئیے کے ریوڑ میں گھس گئے۔ گدڑیا یہ دیکھ کر کانپ گیا۔ فوراً جوگی کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور منت سماجت کرنے لگا۔ جوگی کے دل میں رحم آیا۔ اس نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور اسی وقت بھیڑیے جنگلوں کی طرف بھاگ کر غائب ہو گئے۔

گدڑیے کو یقین ہو گیا۔ کہ رانجھا سچ مچ جوگی ہو گیا ہے۔ اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ ”جوگی بابا۔ جو حکم ہو۔ فرمائیے! میں پورا کروں گا۔“

جوگی رستہ پوچھ کر رنگ پور کی طرف چل پڑا۔ اور تھوڑی دیر میں رنگ پُور میں آ پہنچا۔

رنگ پُور میں فوراً یہ بات پھیل گئی۔ کہ ایک نیا جوگی آیا ہے۔ جو ایسی صدا دیتا ہے۔ کہ پتھر دِل بھی پگھل جاتے ہیں۔ چھوٹے بچوں نے جوگی کو دیکھا۔ اور اپنے گھروں میں جا خبر سُنائی۔ سیدا خاں کی بہن سہتی نے ہیر کو جا بتایا۔ کہ

آج رنگ پُور میں ایک جوگی آیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ جوگی کے لباس میں دراصل "رانجھا" ہے۔

یہ سُن کر ہیر کو بہت رنج ہوُا۔ وُہ خوب روئی۔ اور اپنی سہیلیوں سے افسوس کیا۔ اور اُنہیں کہا۔ کہ "کسی بہانے سے جوگی کو لے آؤ"۔

ہیر کی سہیلیاں ہیر کا اشارہ پاتے ہی جوگی کے پاس جا پہنچیں۔ اور جوگی کو چھیڑنا شروع کر دیا۔ انہیں یہ تو معلوم تھا۔ کہ جوگی میاں رانجھا ہی ہے۔ لیکن انجان بن کر پوچھا۔ "جوگی جی۔ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ اور آپ کا دیس کون سا ہے؟"

جوگی نے کہا۔ "ہم ٹلے سے جوگ لے کر آئے ہیں اور گنگا دیش کو جا رہے ہیں۔ وطن کا کیا پوچھتی ہو؟ جوگی۔ شیر اور سانپ کا کوئی دیس نہیں"۔

لڑکیوں نے کہا۔ "جوگی جی! آپ سچ کہتے ہیں۔ مگر جہاں کئی برس بھینسیں چرائی ہوں۔

اُسے دیس کہتے نہیں شرمانا چاہیئے"۔

جوگی نے جواب دیا۔ "کیسا دیس اور کس کی بھینسیں؟ جوگی تو اُڑتے ہوئے پنچھی ہیں۔ جو ایک طرف سے آئے اور دُوسری طرف اُڑ گئے"۔

لڑکیوں نے بہت کوشش کی۔ کہ جوگی اِن پر اپنا آپ ظاہر کر دے۔ مگر وُہ کامیاب نہ ہوئیں۔ اور واپس جا کر ہیر کو سارا قصّہ سُنایا۔ ہیر ان پر خفا ہوئی۔ کہ تم نے اُسے کیوں چھیڑا۔ تمہیں تو اُس سے ہمدردی کرنا چاہیئے تھی۔

دُوسرے دن جوگی نے مانگنے کی کِشتی اُٹھائی۔ اور الکھ جگاتا ہوُا اس محلّے میں جا پہنچا۔ جہاں ہیر کے سُسرال کا مکان تھا۔ اس دن محلے بھر کی لڑکیاں اجّو خاں کے گھر جمع ہو کر چرخہ کات رہی تھیں۔ کِسی لڑکی نے جوگی کا ذکر کیا۔ تو سب نے حِصّہ لیا۔ سیدا خاں کی بہن سہتی اس جھرمٹ کی رانی بنی بیٹھی تھی۔ وُہ بولی۔ "میں نے بھی جوگی کو دیکھا ہے۔ بہت مستانہ

معلوم ہوتا ہے"۔

اتنے میں جوگی کی صدا ان کے کان میں پڑی۔ اور کام کاج چھوڑ سب اُسے دیکھنے باہر نکل آئیں۔ جوگی نے صدا لگائی ۔ "اللہ کے نام کا کچھ مل جائے بابا۔" لڑکیاں یہ سُن کر ہنس پڑیں ۔ جوگی ان کی اس حرکت سے خفا ہُوا۔ اور آنکھیں نکال کر کہنے لگا۔ "راہ چلتے جوگی اور شیر کو چھیڑنا اچھا نہیں"۔

سہنی آگے بڑھ کر بولی ۔ "جوگی جی ! آپ کے جوگ کا ہمیں سارا علم ہے ۔ دھیان رکھیئے گا۔ کہیں آپ کے جوگ کا بھانڈا چوراہے میں نہ پھوٹ جائے"۔

جوگی نے کہا ۔ "بی بی ! جوگیوں کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے ۔ وُہ تو اس دُنیا سے مُنہ موڑ کر الگ ہو جاتے ہیں"۔

سہنی اور جوگی میں چھیڑ کی باتیں ہونے لگیں۔ جوگی گلی میں کھڑا سہنی سے بحث کر رہا تھا۔ اُدھر

Taj Tahir Foundation

سے ایک کسان کی بیوی گائے لئے آرہی تھی۔ جوگی کا عجیب سا لباس دیکھ کر گائے بدکی اور رسہ چھڑا کر بھاگ نکلی۔ عورت نے جوگی کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ اور اس کے خاندان کے مرد عورتیں جوگی کو مارنے پر تیار ہو گئے۔ مگر پھر کچھ خیال کر کے چُپ ہو گئے۔

سہنتی نے جوگی کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ "جوگی جی! اگر یہ لوگ مار مار کر آپ کا بھُرکس نکال دیتے۔ تو آپ کا سارا جوگ ختم ہو جاتا"۔

جوگی نے طیش میں آ کر کہا۔ "وہ میری طرف ہاتھ اُٹھاتے۔ تو ان کو ہوش آجاتی"۔

سہنتی نے کہا۔ "آپ ان کا کیا کر لیتے؟"

جوگی نے جواب دیا۔ "یہ تو جبھی معلوم ہوتا۔ جب وہ مجھ پر ہاتھ اُٹھاتے"۔

سہنتی نے کہا۔ "مجھے تو یقین ہے۔ کچھ بھی نہ ہوتا"۔

جوگی نے جواب دیا۔ "لیکن کچھ ہوتا دیکھ کر

Taj Tahir Foundation

تمہارا یقین بدل جاتا"۔

سہتی نے کہا۔ جوگی یونہی باتیں بنایا کرتے ہیں۔ ان کے پاس ہوتا کچھ بھی نہیں"۔

جوگی نے کہا۔" تم کو ابھی کسی جوگی سے پالا نہیں پڑا۔ ورنہ تم ایسا نہ کہتیں"۔

سہتی اور جوگی کی یہ باتیں ہیر نے سُن لیں۔ وُہ بھاگی بھاگی دروازے پر آئی۔ سہتی کو سمجھایا۔ اور خود جوگی سے کہنے لگی۔" جوگی جی! میرا ہاتھ دیکھئے۔ اور بتائیے۔ کہ میری تقدیر میں کیا لکھا ہے؟"

جوگی نے ہیر کا ہاتھ دیکھا۔ اور کہا۔" تم ایک مدت سے پریشان رہتی ہو۔ تمہارا ستارہ نحوست میں ہے۔ تم جسے دل سے چاہتی ہو۔ وُہ کہیں دُور چلا گیا ہے۔ مگر اب دن پھرنے والے ہیں۔ خدا تمہاری مُراد پوری کرے گا"۔

ہیر زیادہ دیر وہاں ٹھہر نہ سکتی تھی۔ اس نے جب سمجھا۔ کہ سہتی اور جوگی کا جھگڑا ختم

Taj Tahir Foundation

ہو گیا ہے۔ تو چپکے سے چلی گئی۔ لیکن ہیر کے جاتے ہی جوگی سہتی ہیں پھر تو تکا شروع ہو گئی۔

سہتی نے کہا۔ "جی چاہتا ہے۔ کہ کشتی آپ سے چھین لوں اور کان سے پکڑ کر گاؤں سے نکلوا دوں۔ تا کہ آپ کے جوگ کا امتحان تو ہو جائے۔"

جوگی نے جواب دیا۔ "ہمت تو کر دیکھو!"

یہ سن کر سہتی کو بہت غصّہ آیا۔ اس نے نوکرانی ربیل کو بلایا۔ اور کہا۔ کہ "جوگی کو خیرات دے کر نکال دو۔ ناحق مغز کھا رہا ہے۔"

نوکرانی خیرات لے کر جوگی کے پاس گئی۔ تو جوگی نے لینے سے انکار کر دیا۔ وہ اسی بہانے ہیر کے کوچے میں کھڑا تھا۔ اگر خیرات لے کر چلا جاتا۔ تو کیا کرتا؟ اس نے نوکرانی کو کہا۔ "جوگی نوکروں کے ہاتھ سے خیرات نہیں لیتے۔"

نوکرانی نے یہ بات سہتی سے کہہ دی۔ سہتی

غصّے میں بھری ہوئی اُٹھی۔ اور باہر آکر جوگی کو بُرا بھلا کہنے لگی۔ جوگی نے کہا۔ "بہت طیش میں نہ آؤ۔ خدا جانے۔ کس کی خاطر جوگی خاموش کھڑا ہے۔ اگر تم چاہتی ہو۔ کہ جوگی چلا جائے۔ تو اپنے ہاتھ سے خیرات دے دو"۔

سہتی نے خیرات اپنے ہاتھ میں لی۔ اور غصّے سے آکر کِشتی میں ڈالی۔ سہتی کا ہاتھ کشتی کو لگا۔ کِشتی جوگی کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی اور چکنا چور ہو گئی۔ جوگی رنگ پور کے دوسرے گھروں سے جو کچھ مانگ لایا تھا۔ وُہ بھی زمین پر بکھر گیا۔

کِشتی ٹوٹ جانے سے جوگی کو ایک اور بہانہ ہاتھ آیا۔ وُہ وہیں بیٹھ گیا۔ اور سہتی کو کوسنے لگا۔ سہتی دل میں تو افسوس کھا رہی تھی۔ کہ بچارے جوگی کا نقصان ہو گیا۔ مگر ہار نہ مانتی تھی اور برابر جھگڑا کئے جا رہی تھی۔ ہیر نے سہتی کو سمجھایا۔ کہ فقیر سے جھگڑا کرنا اچھا نہیں۔

Taj Tahir Foundation

بہتر ہے۔ کہ جوگی کو کسی طرح راضی کر کے رخصت کر دو"۔

سہنی نے کہا۔ "اب کیا فقیر کے پاؤں پڑوں؟ خیرات دی۔ تو ہاتھ سے کشتی چھوڑ دی۔ اور بہانہ بنا کر بیٹھ گیا۔ اگر اپنے آپ چلا نہ گیا۔ تو میں اسے پیٹوں گی"۔

سہنی کا خیال تھا۔ کہ مار پیٹ کے ڈر سے جوگی چلا جائے گا۔ مگر جب وُہ جم کر بیٹھا رہا۔ تو سہنی کو بہت غصہ آیا۔ وہ اُٹھی۔ اور جوگی کو مارنا شروع کر دیا۔ ذرا دیر تو جوگی خاموش رہا۔ لیکن جب سہنی کا ہاتھ چلتا ہی گیا۔ تو وُہ صبر نہ کر سکا۔ اُٹھ کر دو چار ہاتھ چلائے۔ سہنی کی نوکرانی امداد کو پہنچی۔ لیکن اُسے بھی ایک دو لگا کر پرے ہٹا دیا۔

سہنی جب تک خود مار رہی تھی۔ اُسے بڑا لطف آ رہا تھا۔ لیکن جب جوگی کے دو چار ہاتھ پڑے تو چیخنے چلانے لگی۔ اُس کی آواز سُن کر

Taj Tahir Foundation

ارد گرد سے عورتیں جمع ہو گئیں - اور سہتی کی حمایت کے لئے تیار ہو گئیں - جوگی نے اپنے آپ کو اس نرغے میں پایا - تو بسُور نے اور سہتی کو کوسنے لگا - سہتی کی حمایتی عورتوں نے سمجھا - جوگی کو بہت مار پڑی ہے - چنانچہ وُہ چُپ ہو گئیں - اور جوگی موقع کو غنیمت جان کر رفوچکر ہو گیا ٭

Taj Tahir Foundation

کالا باغ

رنگ پور کے باہر مغرب کی طرف ایک چھوٹا سا مگر خوبصورت باغ تھا۔ باغ کے مالک نے وہاں تمام قسم کی سبزیاں بو رکھی تھیں۔ شام کے وقت کام کاج سے فرصت پا کر بعض لوگ سیر کرنے اور نہانے دھونے کے لئے باغ میں جاتے تھے۔ اس باغ کا نام "کالا باغ" تھا۔

سہتی سے جھگڑا کرنے اور مار کھانے کے بعد جوگی سیدھا کالا باغ میں پہنچا۔ اور چھوٹی سی کٹیا بنا کر وہاں دھونی رما دی۔ ایک دو دن تو لوگوں کو پتہ نہ چلا۔ مگر اس کے بعد سب کو علم ہو گیا۔ ایک دن ہیر کی سہیلیاں اکٹھی ہو کر

Taj Tahir Foundation

کالا باغ میں آئیں۔ اور جوگی کو مراقبے میں پا کر اُس کی کُٹیا کو آگ لگا دی ۰

آگ نے جوگی کی کُٹیا کو بہت جلد خاک سیاہ کر دیا۔ لڑکیوں کو ڈر معلوم ہوا۔ کہ جوگی خبر پا کر اُنہیں پکڑ نہ لے۔ اُنھوں نے مشورہ کیا۔ کہ فوراً بھاگ چلیں۔ اتنے میں جوگی مراقبے سے فارغ ہو گیا۔ اور کُٹیا کو راکھ بنا دیکھ کر معاملہ سمجھ لیا۔ جھپٹ کر لڑکیوں کی طرف دوڑا۔ اور سب تو بھاگ گئیں۔ مگر قولاں نام ایک لڑکی اُس کے ہاتھ آ گئی ۰

جوگی نے چاہا۔ کہ مار مار کر اُس کی ہڈیاں توڑ توڑ دے۔ مگر قولاں رونے اور منتیں کرنے لگی۔ جوگی نے اُسے کہا "میں تمہیں اس شرط پر چھوڑ سکتا ہوں۔ کہ تم چپ چاپ میرا پیغام ہیر کے پاس لے جاؤ۔ اور اُس کا جواب مجھے واپس لا دو ۰"

قولاں مصیبت میں گرفتار تھی۔ جوگی کا کہا مان لیا۔ اور جو کچھ جوگی نے کہا۔ جا کر ہیر کو کہہ دیا۔

اسی طرح ہیر کا پیغام رانجھے کو بھی پہنچا دیا۔

ہیر کو علم ہو چکا تھا۔ کہ سہتی کی مدد کے بغیر سُسرال میں رانجھے سے مِلنا مشکل ہے۔ اُس نے آہستہ آہستہ سہتی کو قابو کرنا شروع کیا۔ اور بڑی منتوں سے اسے اپنی امداد پر راضی کر لیا۔

ایک دن سہتی موقع پا کر جوگی کے پاس گئی۔ اور اُس سے پچھلی باتوں کے بھول جانے کو کہا۔ جوگی نے سہتی کو یقین دلایا۔ کہ "فقیر کسی بات کو دِل میں نہیں رکھتے"۔

سہتی کو یہ بات بھلی معلوم نہ ہوئی۔ اُس نے کہا "رانجھا جی! جوگ کو چھوڑیئے۔ اور اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کیجئے"۔

جوگی نے جواب دیا "مطلب کیا؟ میرا مطلب ایک ہی ہے۔ جس کے لئے مَیں نے جوگ اختیار کیا۔ اگر تجھے میرے جوگ کا یقین نہیں۔ تو ذرا اپنے خالی تھال کو دیکھ۔ جو تو گھر سے ساتھ لے آئی ہے"۔

Taj Tahir Foundation

سہتی کسی ضرورت سے ایک خالی تھال لائی تھی۔ اور وہ کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔ اُس نے جوگی کے کہنے پر کپڑا کھول کر دیکھا۔ تو تھال کھانڈ اور چاولوں سے بھرا تھا۔ سہتی یہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ اور اُسے جوگی کے جوگ پر یقین آگیا۔

جوگی نے اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور کہا۔ "میں نے صرف ہیر کی خاطر تمہارے گھر کے لئے بد دعا نہیں کی۔ ورنہ خُدا جانے کیا ہو جاتا؟ اب بھی اگر تو جوگی کی خدمت کرے۔ تو دل کی مراد پائے"۔

دراصل قولاں کی زبانی ہیر نے رانجھے کو سمجھا دیا تھا۔ کہ سہتی خود مُراد نامی ایک بلوچ پر مرتی ہے۔ اور اسی کے انتظار میں زندگی گزار رہی ہے۔ اگر اُسے یہ کہا جائے۔ کہ اس سے مراد بلوچ آملے گا۔ تو وہ راضی ہو جائے گی۔ جوگی نے اس لئے یہ بات کہی تھی۔

مُراد کا نام سُن کر سہتی نے ایک آہ بھری۔

Taj Tahir Foundation

جوگی نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے دل میں بھی کوئی درد ہے۔ اللہ کریگا۔ تو تیری مراد پوری ہوگی"۔

اب سہتی سے صبر نہ ہو سکا۔ وہ کھل گئی۔ اور جوگی سے کہنے لگی۔ "اگر آپ دُعا کرکے ہیر اور مُراد مجھ سے مِلا دیں۔ تو میں آپ کے پَیر دھو کر پیوں۔ اور ہیر کو لاکر آپ کے قدموں میں حاضر کر دوں"۔

جوگی نے کہا۔ "خدا نے چاہا۔ تو مُراد تجھ سے آملے گا۔ تو ہمارے کام میں مدد کر۔ خدا تیرا کام کر دے گا"۔

سہتی راضی ہوگئی۔ اور ایک دن ہیر کو اپنے ساتھ کالا باغ میں لے آئی۔ مدت کے بعد دونوں ملے۔ اور گلے مِل کر خوب روئے۔ جدائی کی زندگی کو ختم کرنے کی تجویزیں سوچیں۔ رانجھے نے ہیر کو کہا۔ کہ سہتی کی مدد کے بغیر یہ مقصد پورا نہ ہوگا۔ وہ ہماری ہر طرح کی

Taj Tahir Foundation

مدد پر تیار ہے ۔ اُس سے مشورہ کرو ۔ تاکہ یہ جدائی کا زمانہ ختم ہو ۔

گھر پہنچ کر ہیر نے سہتی سے مشورہ کیا سہتی نے کہا ۔ جب تک کوئی آخری تجویز سوجھتی ہے ۔ تب تک کم از کم اتنا ضرور کر لینا چاہیئے کہ کسی طرح رانجھے کا روزانہ آنا جانا ہو جائے ۔ ہیر نے کہا ۔ "اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے ؟"

دونوں بھابی اور نند سر جوڑ کر بیٹھیں ۔ تاکہ رانجھے کو گھر بلانے کی کوئی تجویز نکالیں ۔ آخر سہتی نے ایک ترکیب سوچ کر آہستہ سے ہیر کے کان میں کہہ دی ۔

دوسرے دن ہیر کسی کام کے بہانے مکان کے اندر گئی ۔ اور چیخنا چلانا شروع کر دیا ۔ اس کی یہ چیخ پکار سُن کر گھر کے لوگ جمع ہو گئے ۔ پوچھنے پر معلوم ہُوا ۔ "کہ سانپ نے کاٹ لیا ہے ۔"

گھر والے بچارے۔ بہت فکرمند ہوئے۔ سانپ کو تلاش کیا۔ مگر ہوتا تو ملتا۔ اِدھر سے فارغ ہو کر ہیر کے علاج کی طرف متوجہ ہوئے۔ سہتی نے کہا۔ "کالا باغ" میں ایک جوگی ہے۔ سُنا ہے۔ وُہ سانپوں کا منتر جانتا ہے۔ کوئی اگر اُسے بُلا لائے۔ تو شاید ہیر بچ جائے٭

گھر والوں کو معلوم تھا۔ کہ سہتی نے جوگی سے جھگڑا کیا تھا۔ ان کو شک تھا۔ کہ جوگی ان کے گھر نہ آئے گا۔ لیکن انھوں نے ایک آدمی بھیج کر جوگی کو بُلوایا۔ جوگی کو سہتی نے پہلے ہی خبر کر دی تھی۔ اس نے پہلے تو انکار کیا۔ مگر جب اجّو کے بھیجے ہوئے آدمی نے بہت منت سماجت کی۔ تو راضی ہو گیا۔ اور اس کے ہمراہ چلا آیا٭

جوگی آیا۔ تو اس نے سب لوگوں کو ہیر کے پاس سے ہٹا دیا۔ صرف سہتی کو خبرگیری کے

لئے رہنے دیا۔ جب سب لوگ چلے گئے۔ تو رانجھا اور ہیر ملے ٭

اِدھر ان کو باتیں کرتے کرتے رات ہو گئی۔ اُدھر گھر کے لوگ دُعائیں مانگ رہے تھے۔ کہ خدا ہیر کو بچائے ٭

سہتی نے ہیر اور رانجھا کو باتیں کرتے دیکھا۔ تو اُسے مُراد بلوچ یاد آگیا۔ وُہ آگے بڑھی۔ اور ہاتھ باندھ کر جوگی سے عرض کی۔ "میں نے اپنا وعدہ پُورا کر دیا۔ اب آپ اپنا قول پورا کیجئے" ٭

رات ہو چکی تھی۔ رانجھے نے سہتی کی بات سن کر دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے۔ اور خدا کے دربار میں عرض کی۔ "اے خدا۔ اب میری شرم رکھ۔ اور سہتی کو مراد سے ملا دے" ٭

اچانک باہر سے اونٹ کی گھنٹی کی آواز آئی۔ مُراد بلوچ نے باہر سے سہتی کو آواز دی۔ سہتی جلدی جلدی تیار ہوئی۔ ہیر اور رانجھا بھی تیار ہو گئے۔ اور آدھی رات کے وقت "ہیر رانجھا"

Taj Tahir Foundation

اور " سہتی مُراد " رنگ پور سے روانہ ہو گئے ؎

Taj Tahir Foundation

گرفتاری اور مقدّمہ

ہیر رانجھا رنگ پور سے ابھی بہت دُور نہ گئے تھے ۔ کہ راستے میں ایک شیر نے حملہ کر دیا ۔ رانجھے نے ہیر کے گھر سے چلتے وقت ایک چھری لے لی تھی ۔ تا کہ کوئی مُصیبت آ پڑے ۔ تو مقابلہ کر سکے ۔ جُونہی شیر نے ان پہ حملہ کیا ۔ رانجھے نے جھپٹ کر نہایت صفائی شیر کا پیٹ چاک کر دیا ۔ اور دونوں آگے چل پڑے ۔

صُبح ہوئی تو کھیڑوں کو پتہ چلا ۔ کہ جوگی ہیر سمیت غایب ہے ۔ اُنھوں نے اُسی وقت آدمی دَوڑائے ۔ سہتی اور مُراد تو تیز رفتار اُونٹ پر سوار

Taj Tahir Foundation

تھے۔ کھیڑے اُن کی گرد کو بھی نہ پا سکے۔ مگر ہیر اور رانجھے کو کھیڑوں نے پکڑ لیا۔ اور قید کر کے رنگ پور لے آئے ✦

جب اُس علاقے کے حاکم کو علم ہوا۔ کہ کھیڑوں نے دو راہ چلتے مسافروں کو قید کر لیا ہے۔ تو اُس نے کھیڑوں کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ سرکاری سپاہیوں نے رنگ پور کے تمام کھیڑوں کو گرفتار کر لیا۔ کھیڑوں نے بہتیرا کہا۔ کہ ہم نے جسے گرفتار کیا ہے۔ وہ ہمارا چور ہے۔ مگر سپاہیوں نے کہا۔ کہ "چور ہو تو بھی اُس کو سزا دینا اور قید کئے رکھنا جرم ہے۔ چوری اور ہر دوسرے جُرم کی سزا سرکار دے سکتی ہے۔ اگر ہر طاقتور اپنے سے کمزور کو مجرم سمجھ کر پکڑے اور قید میں ڈال دے۔ تو دنیا سے انصاف و عدل کا جنازہ نکل جائے ✦

سپاہیوں نے کھیڑوں کو حاکم کے سامنے پیش کیا۔ حاکم نے کھیڑوں کو ڈانٹ کر کہا۔ " اپنا مقدمہ قاضی کے پاس لے جاؤ۔ جو فیصلہ وہ

کرے۔ اُس پر عمل کرو۔ یوُں جیسے تُم چاہو۔
مجرم نہیں بنا سکتے ۔

مُقدّمہ قاضی کے سامنے پیش ہوُا۔ قاضی نے دونوں طرف کے بیان لئے۔ مگر رانجھے اور ہیر کے پاس سوائے دِلی رضامندی کے کچُھ نہ تھا۔ قاضی نے سب کے بیان سُننے کے بعد فیصلہ کھیڑوں کے حق میں کیا۔ چنانچہ رانجھے سے چھین کر ہیر کھیڑوں کو دے دی گئی ۔

یہ فیصلہ سُن کر ہیر اور رانجھا سخت پریشان ہوُئے۔ اُنھوں نے چیخ پُکار مچائی۔ اور کہا کہ "ہمیں قاضی کا فیصلہ منظور نہیں۔ ہمارے ساتھ بے انصافی ہوئی ہے۔ ہمیں حاکم کے پاس لے چلو" ۔

ہیر اور رانجھے کے کہنے کے مطابق انہیں حاکم کے دربار میں پیش کیا گیا۔ حاکم نے نئے سرے سے دونوں طرفوں کے بیان سنے۔ اور چونکہ ہیر کسی طرح بھی کھیڑوں کے ساتھ جانے کو

راضی نہ تھی۔ اور ایک لمحہ بھی وہ کھیڑوں کے
گھر میں گھر کی ملکہ بن کر نہ رہی تھی۔ اس لئے
حاکم نے ہیر اور سیدا خاں کا نکاح فسخ قرار دیا۔
اور ہیر کو رانجھے کے ہاتھ میں دے دیا۔

اب ہیر اور رانجھا آزاد تھے۔ کھیڑے
دانت پیس کر رہ گئے۔ اور ہیر رانجھا جھنگ
کی طرف روانہ ہو گئے۔

Taj Tahir Foundation

خاتمہ

ہیر رانجھے کو ساتھ لے کر میکے کی طرف آ رہی تھی۔ اُس کا خیال تھا۔ کہ وُہ اپنے ماں باپ کو رانجھے کے ساتھ بیاہ دینے پر راضی کر لے گی۔ کیونکہ اب کوئی رُکاوٹ نہ تھی۔ جب وُہ دونوں چلتے چلتے جھنگ کے قریب پہنچے۔ تو انہیں چوچک کے ہاں جانے سے شرم آنے لگی۔ وُہ شاید وہیں سے واپس ہو جاتے۔ مگر جھنگ کے گڈریوں نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا۔ اور گاؤں میں جا کر خبر دی۔ کہ "ہیر اور رانجھا کو ہم نے فُلاں جگہ دیکھا ہے"۔

ہیر کے ماں باپ کو پتہ چلا۔ تو انہوں

Taj Tahir Foundation

نے یہی بہتر سمجھا۔ کہ انہیں گھر بُلا لیں۔ رنگپور میں جو کچھ پیش آیا تھا۔ وُہ سُن چکے تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے آدمی بھیج کر رانجھے اور ہیر کو گھر بلالیا۔ اور ان کی بہت خاطر تواضع کی ÷

ہیر کے ماں باپ اور خاندان کے دوسرے لوگ یہ تو جانتے تھے۔ کہ ہیر رانجھے کے سوا کسی دوسرے کا نام بھی نہ سنے گی۔ مگر وہ ہیر کو رانجھے کے ساتھ بیاہ دینے پر کسی طرح راضی نہ تھے۔ انھوں نے ہیر کو سمجھانے کی بہت کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوئے۔ آخر انھوں نے فیصلہ کیا۔ کہ ایسی لڑکی نہ ہی رہے تو اچھا ہے ÷

چنانچہ سب نے مل کر صلاح کی۔ اور رانجھے کو کہا۔ کہ تم تخت ہزارے جا کر برات لے آؤ۔ تاکہ ہیر کا بیاہ تمہارے ساتھ کر دیا جائے۔ اور خود بھی دکھاوے کے لئے بیاہ کی تیاریوں میں لگ گئے ÷

Taj Tahir Foundation

رانجھے کو بھلا کیا عذر تھا۔ وُہ ہیر سے اجازت لے کر تخت ہزارے کو روانہ ہو گیا۔ جب وُہ گھر پہنچا۔ تو اس کے بھائی بہت خوش ہوئے اور اپنے چھوٹے بھائی کے بیاہ کی تیاریاں زور شور سے کرنے لگے ۔

اِدھر تو یہ تیاریاں ہو رہی تھیں۔ اُدھر سیالوں نے باہم مشورہ کر کے ہیر کے کھانے میں زہر ملا دیا۔ کھا چکنے کے بعد ہیر کو علم ہو گیا۔ وُہ بہت چیخی چلائی اور رانجھے کو یاد کر کے روئی۔ مگر زہر اثر کر گیا۔ اور وُہ رانجھے کا نام پکارتی کوچ کر گئی ۔

جب ہیر کو خاک میں دبا چکے۔ تو ایک آدمی تخت ہزارے بھیج کر یہ پیغام پہنچایا۔ کہ ہیر کو بخار ہو گیا تھا۔ اور وُہ مر گئی ہے ۔ رانجھے کو یہ خبر ملی۔ تو اس کے لئے دُنیا اندھیر ہو گئی۔ اس نے چیخ ماری اور دھڑام سے زمین پر گر پڑا۔ لوگوں نے آ کر اُٹھانا

چاہا۔ مگر اس کی رُوح وہاں جا پہنچی تھی۔ جہاں
ہیر کی رُوح تھی۔ وہاں دونوں رُوحیں آزادی
سے ایک دوسرے کو ملیں۔ اور انہیں ہمیشہ
کی مسرّت حاصل ہو گئی +

(سید حمید علی پرنٹر و پبلشر نے مرکنٹائل پریس لاہور میں چھپوا کر دار الاشاعت پنجاب ریلوے روڈ لاہور سے شائع کی)

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

ننھی مُنی کتابیں

ان کتابوں میں بہت ہی آسان اور پیاری زبان استعمال کی گئی ہے۔ سبق ایسے تیار کیئے گئے ہیں۔ جن میں بچے بیحد دلچسپی لیتے ہیں۔ اور جن سے ان کا علم اور تجربہ بڑھتا ہے۔ جانوروں پر۔ پیڑوں پر۔ عمارتوں پر تاریخ۔ سائنس کے آسان تجربوں پر۔ جنہیں سیکھ کر بچے اپنے آپ کو جادوگر سمجھ لیتے ہیں۔ حفظِ صحت اور دوسری ضروری چیزوں پر بہت چھوٹے چھوٹے سبق لکھے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ ننھی ننھی کہانیاں۔ آسان آسان اور پُر لطف نظمیں ہنسی کی باتیں۔ ایک سے بول اور بچوں کے مذاق کی اَور چیزیں ان میں جمع کی گئی ہیں کتابوں کے ٹائیٹل اور باقی چیزیں ایسی دلفریب بنائی گئی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر بچے بے حد خوش ہونگے۔ قاعدہ پڑھا کر یہ کتابیں بچوں کے ہاتھوں میں دے دِیجیئے۔ اور سمجھ لیجئے۔ کہ اُن کے دِل میں اردو زبان سیکھنے کا شوق پیـ

ان پانچ کتابوں کے نام یہ ہیں :-

۱- ننھی کتاب۔ قیمت ۷ر ۲ پائی

۲- مُنی کتاب۔ قیمت ۶ر ۱۰ پائی

۳- پیاری کتاب۔ قیمت

۴- دُلاری کتاب۔ قیمت ۶ر

۵- ہماری کتاب۔ قیمت ۶ر ۵ پائی

ملنے کا پتہ

دارالاشاعت پنجاب لاہور

حرف سرور نے اتحاد پریس مل روڈ لاہور میں چھپا۔

RY

......

Taj Tahir Foundation